امام احمد رضا خدمات واثرات

ایک مختصر جائزہ

تالیف: ابوزہرہ رضوی

مفکر اسلام خطیب اعظم لسان العصر قمر الملت والدین حضرت علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی دامت برکاتہم
سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن لندن، بانی الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، فیض آباد کی

رائے گرامی

عزیز گرامی مولانا حافظ ابوزہرہ رضوی کی کتاب ''امام احمد رضا۔خدمات اور اثرات'' نظر نواز ہوئی۔اس کتاب میں مؤلف موصوف نے حیاتِ اعلیٰ حضرت اور ان کی خدمات کے چند نئے گوشوں کو اجاگر کیا ہے، کتاب کے مطالعہ سے موصوف کے ذوقِ تحقیق و تجسس کی داد دینی پڑتی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت اس اعتبار سے بہت عظیم ہے کہ ہر مطالعہ کرنے والا اپنے ذوق اور فکر کے اعتبار سے نئے نئے گوشوں کو تلاش کر لیتا ہے، وہ اک بحر ذخار ہیں جس میں غوطہ لگانے والا ہر غوّاص نئے آبدار موتیوں کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ان کی حیات اور خدمات پر ہزاروں صفحات لکھے جاچکے ہیں مگر اس بات کا اعتراف ہر شخص کرے گا کہ تاہنوز حق نہیں ادا کیا جاسکا ہے۔ان کے ہر علم وفن پر مستقل تصانیف مرتب کی جاسکتی ہیں۔مولانا ابوزہرہ ان کی حیات اور خدمات پر بہت تحقیقی نظر رکھتے ہیں چنانچہ اس کتاب میں انہوں نے تواریخ اور سنین کی مطابقتوں کے حوالہ سے مجددین امت کے کارناموں کو اجاگر کیا ہے اور یہ بات واضح کی ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر دور کے انحراف کے اعتبار سے مجددین کو مبعوث فرمایا، مثلاً مجدد الف ثانی کے دور میں توحید سے انحراف پایا جاتا تھا۔اس لئے انہوں نے عقیدۂ توحید پر زیادہ زور دیا اور امام احمد رضا کے دور میں عقیدۂ رسالت، منصب ومقامِ رسالت اور خاتمیت سے انحراف عام ہوا تو اعلیٰ حضرت نے تجدیدِ دین کے اس گوشے کو نمایاں فرمایا۔

مولانا ابوزہرہ نے امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات پر متعدد رسائل تصنیف کئے ہیں جو ان شاء اللہ جلد ہی منظر عام پر لائے جائیں گے۔اپنی ایک منفرد تصنیف میں انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے عقیدہ ومسلک کے حوالے سے ۱۴ر سو سال کے علماء، محدثین، ائمہ اور مجددین کی تحریروں کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ امام اہلسنّت کا جو مسلک ہے وہی تمام علماء، محدثین، فقہاء اور ائمہ کا مسلک ہے۔انہوں نے دلائل کی روشنی میں یہ بات مبرہن کی ہے کہ امام احمد رضا کا مسلک کوئی نیا مسلک نہیں ہے، امید ہے کہ یہ کتاب بھی جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔

میں خدائے وحدہٗ قدوس کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ مولانا ابوزہرہ رضوی کے ذوق تحقیق و تجسس کو مزید تابندگی عطا فرمائے اور یہ رضویات پر گرانقدر تصانیف پیش کرتے رہیں۔

احقر محمد قمر الزماں اعظمی

پیش لفظ

اس مختصر کتابچہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کے چند حیرت انگیز پہلو پیش کئے جا رہے ہیں، اس کے بعد آپ کے دینی، علمی اور اجتہادی کارناموں کا ایک سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کے دور سے آج تک تقریباً سو سال کے اس عرصہ میں اہلسنت و جماعت کی جس قدر بھی، مذہبی اور ملی، علمی اور فکری، تبلیغی اور اصلاحی، سیاسی اور تنظیمی تحریکیں ہیں اِسی طرح تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، شعر و ادب کی خدمات ہیں۔ ہر میدان میں اعلیٰ حضرت کا فیضان کس طرح کام کر رہا ہے اور آپ کے تیار کیے ہوئے افراد کس طرح سے ہر میدان میں مصروف عمل ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نہ صرف اپنے دور کو متاثر کیا بلکہ آپ کا یہ فیضان عصر حاضر میں بھی اہلسنت و جماعت کو ہر حیثیت سے زندہ رکھے ہوئے ہے۔

اس جائزہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی حیثیت ایک شجر طوبیٰ کی ہے جس کا فیض توتی اکلھا کل حین باذن ربھا کے مصداق آج بھی رواں دواں ہے۔ ع

سارے عالم پہ ہوں میں چھایا ہوا

آپ ہی کی ذات پر صادق آتا ہے۔ ؎

ہزاروں رحمتیں ایسے امیر کارواں پر ہوں
کہ ان کے بعد بھی باقی ہے شانِ رہبری ان کی

ابوزہرہ رضوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۶۸ برس کی عمر پائی اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

برصغیر کی تاریخ میں یہ بڑا ہی پرآشوب اور انقلابی دور تھا، مذہبی اور سیاسی اعتبار سے اسلام اور اہل اسلام پر جو قیامتیں ٹوٹیں، قوم مسلم جن حالات سے دو چار ہوئی، برصغیر کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کو معلوم ہیں۔

قوموں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کسی قوم پر جب جب ایسا وقت آتا ہے قدرت کسی نجات دہندہ کو مبعوث فرماتی ہے۔ سرمایہ ملت کی نگہبانی کے لئے مشیت ایک شخصیت کو ظاہر کرتی ہے جو آکر قوم کی بگڑی تقدیر کو سنوار دیتا ہے۔ مشہور مغربی دانشور نطشے نے کہا تھا کہ ''نپولین کا ظہور انقلاب فرانس کی وجہ سے ممکن ہوا۔'' (ص ۲۴۲، آواز دوست) تو یہ اسی بات کا ثبوت ہے، یونہی صلیبی جنگوں کے نتیجہ میں صلاح الدین ایوبی کی شخصیت اُبھر کر سامنے آئی ہم جب اپنی مذہبی اور ملی تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جب معتزلہ کا فتنہ اٹھا اور عقائد وکلام کو نئے سرے سے پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی تو امام ابوالحسن اشعری جیسا متکلم پیدا ہوا۔ جب منطق وفلسفہ کا زور اٹھا تو اس کی فتنہ سامانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امام غزالی آئے۔ جب دینِ الٰہی کے نام سے ایک نیا مذہب کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی تو مذہب اسلام کے تحفظ کے لئے قدرت نے مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا۔ ہر تباہی اپنی تلافی ساتھ لاتی ہے۔ فطرت کا نظام بھی خوب ہے کہ جب زوال انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو یہی انتہا تجدید واحیاء کی صورتیں پیدا کردیتی ہے۔

تاریخ کا مطالعہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ایسے عظیم الشان انسان جو دلوں میں گھر کرتے اور تاریخ میں اپنی جگہ بنالیتے ہیں زمانے اور مقام کے فرق کے باوجود ایک دوسرے کی مانند ہوتے ہیں، فکر وفن اور شعر وادب کی دنیا ہو یا تدبیر وسیاست اور ملک وسلطنت کے معرکے، ہر طبقہ کی ان بڑی اور مؤثر شخصیات کے درمیان پائی جانے والی علمی وعملی وحدت اور فکری ونظری مناسبت کو بڑی آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہم آہنگی اور رشتہ کبھی کبھی تو ذاتی اور شخصی مشابہت تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ غالب نے اپنے بارے میں کہا تھا ؎

باخذ فیض زمبدأ فروزم از اسلاف　　　　که بوده ام قدرے دیر تر دراں درگاه

ظهور من بجہاں در ہزار وبست ودوصد [۱۲۲۰]　　　　ظهور خسرو وسعدی بہ شش صد و پنجاه [۶۵۰]

غالب نے یہ بات کئی اعتبارات سے کہی مگر ایک پہلو اس میں زمانی مناسبت کا بھی موجود ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ پچھلی امتوں کا یہ حال تھا کہ ان میں نبی ہر دور میں موجود رہتے تھے، جب سو سال پورے ہوجاتے تو اللہ تعالیٰ کسی رسول کو جلوہ گر کرتا اور جب ہزار سال مکمل ہوتے تو کسی اولوالعزم کی بعثت ہوتی تھی۔ یہی سنت الٰہیہ رہی ہے۔

مجدد صاحب کے اس فرمان سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہر سو سال پر کسی رسول کی آمد اور ہزار سال پورے ہونے پر کسی اولوالعزم کی ضرورت میں ماحول کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ تشریعی حکمتیں بھی وابستہ ہیں۔ رسولانِ کرام اور اولوالعزم پیغمبروں کے بیچ مخصوص مدتوں کا فاصلہ اور یہ زمانی قید بلاوجہ نہیں ہے۔

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے: **ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا** [1]

یعنی ہر سو سال کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایک شخصیت کو تجدید کا منصب عطا فرماتا ہے، ان دونوں حوالوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبرانِ کرام اور مجددین و مصلحین امت کے درمیان یہ زمانی مناسبت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ قوموں کے صلاح و فساد اور ان کے احوال کا اتار چڑھاؤ سمجھ میں آتا ہے بلکہ آنے والے نبی و رسول یا مجدد و مصلح کے کام اور اس کے مقام و مرتبہ کا بھی تعین ہوتا ہے۔ یہ زمانی مناسبت جس طرح ایک دور کے رسول کو دوسرے دور کے رسول سے اور ایک ہزارے کے اولوالعزم کو دوسرے ہزارے کے اولوالعزم سے ہوتی ہے، اسی طرح ایک صدی کے مجدد کو دوسرے عصر کے مجدد سے بھی ہوتی ہے بلکہ بعض مجددین و مصلحین کے ادوار کو رسولانِ کرام کے ادوار سے بھی ہوسکتی ہے۔

مجدد صاحب نے کئی مقامات پر اس کی وضاحت کی ہے کہ پچھلی امتوں میں جب ہزار سال گزر جاتے تو اولوالعزم تشریف لاتے، اس امت کے ہزار سال مکمل ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تجدید دین و احیاء سنت کے لئے مامور کیا ہے۔ (مکتوب ۲۰۹ جلد اول)

نائب انبیاء و رُسل

سلسلۂ نبوت و رسالت بند کیا جا چکا ہے۔ اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ انسانیت کو رشد و ہدایت، ابدی فلاح اور دائمی نجات کی یہ تعلیم اب انبیاء کرام کے خلفاء ان کی نیابت کے حقدار علماء حق اور مجددین و مصلحین امت کے ذریعہ ملتی رہے گی۔ علماء حق کو یہ مقام نیابت و خلافت ان کے کامل اتباع اور پیروی کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ انبیاء کرام کے یہ سچے نائب نہ صرف علم و عمل، تقویٰ و طہارت، باطنی مقامات، روحانی عروج میں ان کے وارث اور جانشین ہوں گے بلکہ اپنی علمی فتوحات، عملی کارناموں ہمہ گیر اثرات اور بے پناہ دینی و ملی خدمات کے لحاظ سے بھی ان کے مظہر ہوں گے۔

بہر حال اس وضاحت کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت ۱۲۷۲ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے۔ صاحبِ روح البیان کے مطابق اتنا ہی عرصہ یعنی ۱۲۷۲ سال حضرت آدم کی وفات اور طوفان نوح کے درمیان تھا جسے جاہلیت اولیٰ کہا گیا ہے۔ اسی طرح بائبل کی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور حضرت

---

[1] اس حدیث پاک کو ابوداؤد نے اپنی سنن اور حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے۔ ملا علی قاری نے ان کے علاوہ طبرانی کی معجم اوسط کا بھی حوالہ دیا ہے جبکہ کنز العمال میں بیہقی کی معرفۃ السنن والآثار کا بھی ذکر ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے اس کی تخریج کے سلسلے میں حلیہ ابونعیم، مسند بزار، مسند حسن بن سفیان اور کامل ابن عدی کے نام بھی لئے ہیں۔ (ص ۱۵۱، مجموعہ فتاویٰ، ج ۲)

عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان بھی ۱۲۷۲سال کا عرصہ گزرا ہے۔ (تفہیم القرآن)

عیسوی کیلنڈر کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے (کم وبیش) ۱۸۲۳سال بعد پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۱۸۵۶سال بعد اعلیٰ حضرت مجدد بریلی کی پیدائش ہوئی۔

علم جفر کے حساب سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی پیش گوئی کے مطابق سنہ ہجری ۱۸۲۷ میں پوری دنیا سے اسلامی سلطنتوں کا خاتمہ ہوجائے گا اور امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔(ص۱۰۲، الملفوظ، ج۱)

۱۲۷۲کی اس تاریخی مناسبت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے آپ کو قوم مسلم کا نجات دہندہ بنا کر دنیا میں بھیجا تھا اور مشیت نے غیر معمولی خدمات اور کارناموں کے لئے آپ کو پیدا فرمایا تھا، جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے کہ بڑی شخصیتوں میں یہ وحدتِ فکر ونظر، علمی وعملی ہم آہنگی یا زمانی ومکانی مناسبت ان حدوں کو پہنچ جاتی ہیں کہ ذاتی اوصاف اور شخصی کمالات کا آئینہ بن جاتی ہیں اور عالم یہ ہوتا ہے کہ ع

تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ میں کئی پہلو ایسے ہیں جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی آنے کے بعد کاشانۂ نبوت میں واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کی ذات کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا۔ بعینہ وہی کلام حضرت صدیق اکبر کی شان میں ابن الدغنہ کی زبان سے بھی مروی ہیں،

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر کو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جوابات عطا فرمائے تھے بعینہٖ اسی ترتیب اور انہی الفاظ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر نے بھی وہی جوابات ارشاد فرمائے، اعلیٰ حضرت نے خاص اسی عنوان پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جس کا تاریخی نام **الکلام البھی فی تشبیہ الصدیق بالنبی** ۱۲۹۷ھ ہے۔

مجدد الف اور مجدد عصر

جس طرح اعلیٰ حضرت کے سالِ ولادت ۱۲۷۲ھ کی تاریخی مناسبت رسولان کرام کے ادوار کے ساتھ ملتی ہے۔ اسی طرح زمرۂ مجددین میں سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی نہ صرف مقام ومنصب میں حیرت انگیز مشابہت اور مماثلت نظر آتی ہے بلکہ اپنے نام اور کام، نسبت اور القاب، ولادت ووفات حتیٰ کہ خدمات وکارنامے اور ان کے اثرات ونتائج تک میں ایک طرح کا تعلق اور رشتہ ایک وحدت ویگانگت محسوس ہوتی ہے۔

بقول ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری: اعلیٰ حضرت کے پیغام اور تعلیمات میں دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی آواز بازگشت سنی جاسکتی ہے۔

دونوں نے عقیدۂ توحید اور عشق واتباع مصطفیٰ پر زور دیا

دونوں نے سلف صالحین کے عقائد وافکار کی ترویج کی

دونوں نے شریعت وطریقت میں فرق کرنے والوں کا محاسبہ کیا

دونوں نے اہل بدعت اور باطل فرقوں کے خلاف قلمی اور عملی جہاد کیا

دونوں نے گستاخانِ رسول، مدعیانِ نبوت، صحابہ واہلبیت کے دشمنوں کا تعاقب کیا

دونوں نے دوقومی نظریے کا احیاء کیا (شیخ سرہندی کی کوششوں کے نتیجہ میں اسلام دشمن حکومت کا خاتمہ ہوا اور اسلام دوست حکمراں اورنگ زیب کی صورت میں سامنے آیا جبکہ مجدد بریلی کی کوششوں کا ثمرہ مسلمانوں کوایک آزاد مملکت کی صورت میں نصیب ہوا۔)

دونوں نے عوام وخواص کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا

دونوں کے خلفاء نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور برصغیر پاک وہند پر انقلابی اثر ڈالا

دونوں نے ایسی تصانیف یادگار چھوڑیں جو پچھلوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہیں۔

(ص ۲۸۳، انتخاب حدائق بخشش، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

دونوں شخصیات میں علمی وفکری یک جہتی، دینی وملی کارناموں میں یک رنگی، اپنی ہمہ گیر خدمات و اثرات میں غیر معمولی یکسانیت کے علاوہ تاریخی اور واقعاتی حوالہ سے ذاتی اور شخصی نوعیت کی مماثلت اور وحدت بھی نظر آتی ہے، مثلاً: دونوں کی ولادت ووفات کے زمانے، کہا جاتا ہے کہ جس دن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن امام شافعی کی ولادت ہوئی ہے۔ (ص ۵۳۴، سیر الاولیاء) جس سے قدرت کا یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجتہد کا دور ختم ہوتے ہی دوسرا مجتہد دنیا میں آرہا ہے یا یہ کہ ایک مجتہد کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے دوسرا مجتہد جلوہ گر ہورہا ہے۔

مجدد سرہندی کی ولادت ۱۴ رشوال کو ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کی ولادت ۱۰ رشوال کو دونوں کے مہینے ایک ہیں اور ایام بھی قریب قریب ہیں۔

سال اور سنہ دیکھیں تو مجدد الف ثانی ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے تو اعلیٰ حضرت ۱۲۷۲ھ میں گویا اپنی اپنی صدیوں میں ایک ہی عرصہ اور وقت ہے اسی طرح وقت وفات میں بھی یہی یکسانیت موجود ہے۔

مجدد سرہندی نے ۲۸ رصفر کو وصال فرمایا تو اعلیٰ حضرت کا وصال ۲۵ رصفر کو یہاں بھی وہی چیز ہے۔ دونوں کا مہینہ ایک اور تاریخیں بھی قریباً ایک سی البتہ سنہ وسال میں معمولی فرق ہے کہ مجدد صاحب ۱۰۳۴ھ میں فوت ہوئے تو اعلیٰ حضرت ۱۳۴۰ھ میں۔

جس طرح زمینی اور مکانی اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام علاقے تھانیسر، گوندوال، نگرکوٹ اور امرتسر ایک دائرہ کی شکل بنتے ہیں جہاں سے ہندوؤں کی احیائی تحریکیں اٹھی تھیں اور جس کے نتیجہ میں دین الٰہی کا فتنہ ظاہر ہوا۔ قدرت نے ٹھیک انہی مقامات کے درمیان سرہند میں آپ کو پیدا فرمایا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت کے دور میں وہ تمام مقامات دیوبند، قادیان، سہارنپور، علی گڑھ، ندوہ (لکھنؤ) اور دہلی جہاں سے وہابیت، دیوبندیت، قادیانیت، نیچریت، غیر مقلدیت اور صلح کلیت کے فتنے اٹھے تھے ان تمام علاقوں کے بیچ ایک

مرکزی مقام شہر بریلی میں آپ کو پیدا فرمایا تا کہ وہ ہر محاذ پر بیک وقت نبرد آزما ہوسکیں۔

- شیخ سرہندی مجدد الف ثانی کا نام نامی شیخ احمد ہے تو مجدد اعظم بریلوی کا اسم گرامی احمد رضا۔
- مجدد سرہندی چونکہ بنیادی طور پر عقیدۂ توحید، اسلام کی دوامیت اور قرآن کی صداقتوں کو واشگاف کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے ان کو جو شیخ طریقت ملا ان کے نام میں نام اللہ شامل تھا حضرت خواجہ محمد باقی باللہ...... اعلیٰ حضرت چونکہ عقیدۂ رسالت، تحفظ ختم نبوت اور صاحب قرآن کے مقام و مرتبہ کو اجاگر کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اس لئے آپ کو جو شیخ ملا ان کے نام میں رسول کا لفظ شامل ہے، بلفظ دیگر توحید کا تحفظ کرنے والے مجدد کو باقی باللہ ملے اور رسالت کا تحفظ کرنے والے مجدد کو آل رسول ملے۔
- یہ کیسا اتفاق ہے کہ عقیدۂ توحید کا تحفظ کرنے والے مجدد نے اپنا لقب عبد الرحمٰن اختیار کیا تو عقیدۂ رسالت کا تحفظ کرنے والے مجدد نے اپنا لقب عبد المصطفیٰ پسند کیا۔
- مجدد صاحب نے اپنے مکتوبات میں حقیقت کعبہ اور تجلی کعبہ کے معارف و حقائق بیان کئے جس پر ان سے پہلے شاید کسی نے قلم نہ اٹھایا تھا تو مجدد بریلی افضلیت روضۂ رسول اور شہر پاک مدینہ کا پرچار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد — ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

- مجدد صاحب کے لئے ان کے شیخ خواجہ محمد باقی باللہ نے فرمایا تھا: میاں شیخ احمد آفتاب است و ما ہچو ستارگان در وے گم اند..... تو سید آل رسول مارہروی نے احمد رضا کیلئے یہاں تک فرمایا کہ: اگر قیامت میں خدا مجھ سے پوچھے آل رسول! دنیا سے میرے لئے کیا لایا ہے تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔
- مجدد صاحب کے خلف صادق خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی نے کم از کم ۹ رلاکھ افراد کو بیعت توبہ کرائی (ص ۲۴۴، مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ندوی) تو مجدد بریلی کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے شدھی تحریک کے دوران مرتد ہو جانے والے ۹ر لاکھ انسانوں کو دوبارہ کلمہ کی دولت عطا فرمائی۔ (دبدبۂ سکندری)

علومِ دینیہ سے فراغت۔ افتاء کی ذمہ داری

حیاتِ رضا اور حیاتِ مجدد سرہندی کے یہ حیرت انگیز گوشے اور نیرنگیاں کسی عجوبے سے کم نہیں ہیں یہ تاریخی موافقتیں اپنے اندر قدرت کی بے شمار حکمتیں لئے ہوئے ہیں، میرا خیال ہے کہ اس پہلو سے جب اہلِ نظر مطالعہ کریں گے تو مزید تفصیلات اجاگر ہوسکتی ہیں۔

بہر حال اب ایک اور گوشہ ملاحظہ کیجئے، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو پیدا ہوئے اور اپنی محیر العقول فطری ذکاوت کی بنا پر محض ۱۴ سال کی عمر میں نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کو علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ التحصیل ہو گئے اور جس دن فارغ ہوئے اسی دن آپ سن رشد کو پہنچے یعنی احکام شرعیہ کے مکلف بھی ہوئے۔ (الاجازات المتینۃ) اور اسی دن سے آپ نے افتاء کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لیں۔ (الملفوظ) گویا تینوں اہم امور ایک ہی دن واقع ہوئے۔

یہ بات کسی عام انسان کی نہیں ہے اس ذات کی ہے جس کو قدرت کی طرف سے ملت اسلامیہ کی قیادت و رہنمائی، دین و مذہب کے احیاء و تجدید اور کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا، جب عام آدمی کی خاص باتیں بھی بلاوجہ نہیں ہوتیں تو یہ تو خاص آدمی کی عام باتیں بھی نہیں، بلکہ اس کے خاص الخاص واقعات ہیں یقیناً جس ذات کے یہ واقعات ہیں، اسے ایک شاہکار اور غیر معمولی مقام و مرتبہ کا حامل ثابت کرتے ہیں۔

ادوار انبیاء سے آپ کے سالِ ولادت کی موافقت آپ نے دیکھی اب آپ کے یومِ ولادت یعنی ۱۰ شوال اور یوم فراغت و بلوغت، ذمہ داریٔ افتاء (یعنی تجدیدی کام کی ابتداء) کی ایک عظیم مناسبت اور تعلق ملاحظہ کریں:

عارف باللہ شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے سے پہلے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ آپ نے تیس روزے رکھے، جس دن روزہ شروع کیا وہ پہلی رمضان تھی پھر مزید دس روزوں کا حکم ملا تو آپ نے وہ بھی رکھے، پھر آپ کوہِ طور پر تشریف لے گئے جہاں آپ کو تورات شریف عطا ہوئی اور وہ ۱۰ شوال کا دن تھا، قرآن پاک میں فرمایا گیا:

انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبٰرکۃ انا کنا منذرین "ہم نے قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا" مفسرین فرماتے ہیں: اس سے مراد شبِ نصف شعبان ہے۔ گویا آپ کی ولادت کا دن یومِ نزول تورات ہے اور تجدیدی کارناموں کی ابتداء کا دن یومِ نزول قرآن۔

برسوں لگی رہی ہیں جب مہر و مہ کی آنکھیں　　　تب ہم سا کوئی صاحب صاحبِ نظر بنے ہے

یوں تو حیاتِ رضا کا ہر گوشہ ایسا دلآویز ہے کہ ہمیں کچھ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور کرتا ہے، چاہے آپ کا زمانہ ہو یا آپ کی زمین، آپ کا نام اور لقب ہو یا آپ کا نسب اور نسبت، علمی فتوحات اور اجتہادی کارنامے ہوں یا ہمہ گیر خدمات اور ان کا تنوع، آپ کی تجدیدی بے مثالی ہو یا عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، علم و فن کی خدمت ہو یا شعر و ادب کی لالہ کاریاں، تصنیفی رنگ ہو یا تحقیقی معیار، آپ کی قرآن فہمی ہو یا علم حدیث میں عبقریت، علمی عظمت ہو یا عملی استقامت، بس میں کیا کہوں اور کیا نہ کہوں جو بھی دیکھتا ہے یہی کہتا ہے ؏

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اور یہ ماننے پر مجبور ہے کہ۔

لیس علی اللہ بمستنکر　　　ان یجمع العالم فی واحد

جنہوں نے نہ دیکھا خیر وہ تو محروم رہے، جنہوں نے دیکھا تھا انہوں نے بھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ کیا۔ آخر میں ایک بات مزید پیش کرتا ہوں پھر آپ کے علمی مقام کا تذکرہ کروں گا۔

سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ جب آپ ۴ رسال ۴ رمہینہ ۴ ردن کے ہوئے تو آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی، جب آپ الف باء تاء پڑھ کر لام الف پر پہنچے تو ٹھہر گئے۔ استاد نے مکرر پڑھانا چاہا مگر آپ آگے نہ بڑھے،

بادی النظر میں شاید یہ ایک عام سی بات معلوم ہو لیکن درحقیقت یہ اتنی عام بات ہے نہیں، تعلیم و تربیت کے مرحلے میں پہلے ہی دن سے آپ کا یہ طرزِ عمل قدرت کی طرف سے عطا کئے گئے بے پناہ فہم و فراست اور ذکاوت و فطانت کی صلاحیتوں پر دال ہیں، میری نظر سے کتابوں میں اس کی صرف دو مثالیں گزری ہیں۔ ایک نظیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مقدس زندگی میں بھی ملتی ہے۔

علامہ واقدی فتوح الشام میں ناقل ہیں کہ: جب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ مکتب لے گئیں استاد نے آپ کو بسم اللہ پڑھانے کے بعد حروف تہجی پڑھانا چاہا تو آپ معلم کی طرف دیکھنے لگے، معلم نے پھر پڑھانا چاہا تو آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو ابجد کیا ہے؟ اس پر معلم حیران رہ گیا اور عرض کی آپ ہی بتایئے۔ فرمایا: تم مسند سے اترو۔ پھر آپ مسند پر تشریف فرما ہوئے اور اپنی زبان حقیقت ترجمان سے تمام حروف مفردہ کے حقائق و معارف بیان کرنا شروع کئے۔ (ص.۱۴۵، فتوح الشام، ج.۲) دیوبند کے سابق مہتمم قاری طیب نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (ص.۴۵، خطبات، ج.۱)

آیت کریمہ **فاعلم انہ لاالہ الا ھو** کی تفسیر میں شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی نے امام واسطی سے نقل کیا کہ حضرت ابراہیم کو فرمایا گیا **اسلِم** اور حضور سید عالم کو فرمایا **فَاعْلَم** ایک پیغمبر کو اسلام کی دعوت کی اور ایک کو علم کی، وہ فرماتے ہیں ان دونوں میں اعلیٰ مقام علم کا ہے۔ اسلام لانے کا حکم یہ عبودیت کیلئے ہے اور علم کا حکم یہ ربوبیت کے اقرار سے عبارت ہے۔ پھر بعض اکابر سے نقل کیا کہ وہ علم جس کی حضور کو دعوت دی گئی **ھو علم الحروف وعلم الحروف فی لام الف وعلم لام الف فی الالف وعلم الالف فی النقطة وعلم النقطة فی المعرفة الاصلیة وعلم المعرفة الاصلیة فی علم الاول فی لمشیة فی غیب الھو وھو الذی دعا اللّٰہ الیہ** (السلمی ص.۲۴۹، حقائق التفسیر، ج.۲) وہ حروف کا علم تھا تمام حروف کے علوم لام الف میں ہیں لام الف کا علم الف میں ہے۔ الف کا علم نقطہ میں، نقطہ کا علم معرفت اصلیہ میں، معرفت اصلیہ کا علم مشیت کے علم اول میں اور وہ ھو کے غیب میں، اس لئے فرمایا گیا جان لے کہ ھو اللہ ہی ہے۔

شیخ محقق دہلوی اخبار الاخیار میں حضرت شاہ مینا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں رقم طراز ہیں کہ: شیخ محمد مینا کو جب مکتب میں داخل کیا گیا تو آپ نے پہلے ہی دن اب ت ث کے وہ رموز و حقائق بیان فرمائے کہ جن کو سن کر تمام حاضرین انگشت بدنداں رہ گئے۔ (ص.۳۳۸، اخبار الاخیار، مطبوعہ لاہور)

انگریز مفکر کارلائل نے ایک کتاب لکھی تھی (Hero and Hero Worship) جس کا مرکزی خیال یہ تھا کہ: ”بطل یا نابغہ ہر نقطہ پر اور ہر حال میں نابغہ رہتا ہے“ اعلیٰ حضرت کے یہ نقوش حیات اور

معارفِ زندگی اس قول کی تصدیق کرتے ہیں، کوئی ضروری نہیں کہ بڑا آدمی تمام عمر بڑا ہی رہے بعض لوگوں کی زندگی میں بڑائی کا صرف ایک دن آتا ہے اس کے ڈھلنے کے بعد ممکن ہے اس کی باقی زندگی اس بڑائی کی نفی میں بسر ہو جائے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے عبقری اور نابغہ یا Genius اور Superman کتنے ہیں شاید انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، جن کی عظمت اور بڑائی، آفاقیت اور بے مثالی ہر آنے والے دن کے ساتھ بڑھتی ہی چلی جائے اور جن کی اہمیت اور ضرورت ہر نئی صبح کے ساتھ روز افزوں ہوتی رہے۔

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی   مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

یعنی ہر چیز کی بنیاد (وقت کے ساتھ) زوال پذیر ہوتی رہتی ہے مگر جس کی بنیاد محبت پر کھڑی ہو وہ دائمی اور لافانی ہوتا ہے۔

میری اس تحریر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں نے مجددین کرام کو نعوذ باللہ کسی نہ کسی طرح انبیاء کرام سے مشابہت دینے کی جسارت کی ہے۔ اگر کوئی یہ مفہوم اخذ کرتا ہے تو بلاشک وشبہ یہ اس کی معنوی تحریف، صریح بددیانتی اور تہمت کے مترادف ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ

وقت کرتا ہے پرورش برسوں   حادثے ایک دم نہیں ہوتے

دنیا کا کوئی بھی واقعہ ہو یا حادثہ، اس کے پیچھے ایک محکم اور اٹل نظامِ فطرت کام کر رہا ہے، جملہ مہماتِ امور اپنے ضابطے اور قانون کے پابند ہیں۔ جو دلائل یا حوالے میں نے پیش کئے ہیں ان کی حیثیت صرف اور صرف خارجی شواہد یا تکوینی حادثات اور تاریخی وقائع کی ہے۔

عاشورہ کا دن یعنی دس محرم الحرام کی اہمیت یہ ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہِ جودی پر ٹھہری، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود گلزار ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے جبر وظلم سے نجات ملی اور وہ دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا اور یہی دن ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کربلا کا حادثۂ فاجعہ پیش آیا۔

قرآن میں شب قدر کی افضلیت ثابت ہے کہ وہ ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے، کتب تفسیر و سیر میں تصریح آتی ہے کہ جس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھالئے گئے وہ یہی رات تھی۔

(ص ۲۸۰، جمل مع جلالین، ج ۱)

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا وہ رات بھی شب قدر تھی۔ (خزائن العرفان) اس کی مثالیں اور بھی بہت ہیں، بہر حال مخصوص دنوں میں کسی واقعہ کا پیش آنا اپنی ایک معنویت ضرور رکھتا ہے مگر ہر شخص کے متعلقہ واقعات کو اس کے مقام و مرتبہ کو سامنے رکھ کر ہی دیکھنا چاہئے۔ ؏ گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

علوم کی تعداد اور اقسام

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ مولانا شمس الدین یحییٰ کی شان میں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کا یہ شعر نقل کیا ہے کہ

سالتُ العلم من اَحیاک حقا　　فقال العلم شمس الدین یحییٰ

(ص۹۷، اخبار الاخیار، ص ۱۷۷، تاریخ مشائخ چشت، ماثر الکرام)

میں نے علم سے پوچھا کہ تجھے کس نے زندہ کردیا، علم نے کہا وہ شمس الدین یحییٰ ہیں۔

تاریخ اسلام میں ایسی باوقار شخصیتیں ہر دور میں نظر آئیں گی جنھوں نے واقعۃً علم کو حیاتِ نو بخش دی، بالخصوص علومِ دینیہ کی ترویج و اشاعت میں غیر معمولی خدمات انجام دیں، ایسی جامع شخصیات بھی ہم کو نظر آئیں گی جو اپنے تبحر اور جامعیت میں کسی عجوبہ اور شاہکار سے کم نہیں ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے متعلق روایت ہے کہ آپ کو ۱۵۰ رعلوم میں مہارت حاصل تھی۔　　(علماء ہند کا شاندار ماضی)

صاحب نبراس علامہ عبدالعزیز پرہاروی کے متعلق تذکرہ میں آیا ہے کہ آپ کو ۲۷۰ رعلوم و فنون میں تبحر حاصل تھا، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی سوانح میں مذکور ہے کہ آپ ۱۸۸ رعلوم جانتے تھے، لیکن جب ہم اعلیٰ حضرت کو پڑھتے ہیں تو وہ علم و فن کی خدمت میں اپنے معاصرین اور متاخرین میں ممتاز نظر آتے ہیں اس کا کچھ اندازہ آپ کے علوم کی تعداد اور اس کی اقسام سے ہوسکتا ہے۔

ابتداءً کہا گیا کہ آپ ۵۰ رعلوم کے متبحر عالم تھے۔ پھر یہ تعداد ۶۰ ر پر پہنچی پھر ۷۵ رعلوم کے چرچے ہوئے۔ مزید تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپ کے علوم کی تعداد ۱۱۴ ر ہے۔ اب گذشتہ چند سالوں سے جدید انداز سے علومِ رضا پر ریسرچ کا جو کام شروع ہوا ہے اس کے مطابق اعلیٰ حضرت کے علوم کی تعداد ۲۰۰ ر سے متجاوز ہوکر ۳۰۵ ر کے قریب پہنچ رہی ہے۔

قرآن عظیم کی شان میں فرمایا گیا **لَا تَنقَضِی عجائبہ** اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوں گے **وَلَا یَخلَقُ عن کثرۃِ الرد** بار بار دہرانے سے پرانا نہیں ہوگا بلکہ جتنا دہرایا جائے گا ہر بار نیا معلوم ہوگا **وَلَا یَشبَعِ مسند العلماء** علماء کبھی اس سے سیراب نہیں ہوں گے یعنی ان کا قرآن سے شغف کبھی ختم نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام لامتناہی علوم کا سمندر ہے غیر محدود معانی و مفاہیم، حقائق و دقائق، اسرار و رموز اور اشارات و لطائف کا حامل ہے۔

لھا معان کموج البحر فی مدد　　وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم

حرف حرفش راست اندر معنیٰ　　معنیٰ در معنیٰ در معنیٰ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **من ارادَ العلم فَعَلیہ بِالقرآن** جو العلم کو حاصل کرنا چاہے وہ قرآن کا دامن تھام لے...... حضرت مجاہد کا قول ہے:

ما من شیئٍ فھو فی القرآن او فیہ اصلہ قرب او بعد کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں بیان نہ کی گئی ہو یا اس کی اصل کا ذکر نہ ہو واضح یا مبہم۔ یہ شعر حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔

جمیع العلم فی القرآن لکن　　تقاصر عن افھامُ الرجال

تمام علوم قرآن میں ہیں مگر اس کو سمجھنے سے لوگوں کی عقلیں قاصر ہوگئی ہیں۔

جس کو قرآن سے جتنی دلچسپی ہوگی اسی قدر اس کے بے کراں علوم سے بہرہ ور ہوتا چلا جائے گا، ایک

مقام پر فرمایا گیا واللّٰہ خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یردُ الیٰ ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علمٍ شیئًا ترجمہ: اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں سے کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ (النحل:۷۰)

علامہ نظام الدین نیشاپوری نے فرمایا یہ آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیم ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِین کی نظیر ہے مگر آگے الا الذین آمنوا کا استثناء ہے۔ (ص ۲۷۷، نیشاپوری، ج ۲) اور علامہ آلوسی نے فرمایا یہ آیت ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق کی طرح ہے۔ (ص ۱۸۷، روح المعانی، ج ۱۴)

حضرت عکرمہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: مَنْ قَرَأَ القُرآن لَمْ یصر بھٰذہٖ الحالۃ (جلالین)

انسان کا یہ جو حال بیان کیا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کا علم زائل ہو جاتا ہے اس سے حاملین قرآن مستثنیٰ ہیں، جس نے قرآن پڑھا وہ اس حال کو نہیں پہنچتا۔ حضرت ابن عباس سے بھی روایت ہے کہ لیس ھذا فی المسلمین لان المسلم لایزداد فی طول العمر والبقاء الاکرامۃً عنداللّٰہ وعقلاً ومعرفۃً (جمل)

یعنی آخر عمر میں علم زائل یا خراب ہو جانے کی بات مسلمانوں کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ صاحب ایمان کی عمر جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اس کی عقل ومعرفت بھی ترقی کرتی ہے۔ علامہ صاوی نے حاشیہ میں لکھا من قرأ القرآن سے مراد اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

اَی عاملاً بہ وکذلک العلماء العاملون لا یصیرون بھٰذہٖ الحالۃ بل کلما ازدادوا فی العمر ازدادوا فی العلم والمعرفۃ والعقل یعنی قرآن پڑھنے سے مراد عمل کرنا ہے اسی طرح علماء عاملین اس حال کو نہیں پہنچتے بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان کا علم بھی بڑھتا جاتا ہے اور عقل ومعرفت بھی، مزید فرمایا ولذا قالوا اعلیٰ کلام العارفین ما صدر منھم فی آخر عمرھم (صاوی)

(یعنی) اسی لئے کہا گیا ہے کہ عارفین (علماء حق) کا سب سے اعلیٰ کلام وہ ہے جو ان کے آخری دور کا ہو، میں نے یہ تفصیلات اس لئے بھی پیش کی ہیں کہ علماء تو ہر طبقہ اور ہر جماعت میں ہوتے ہیں لیکن وہ علماء حق کون ہیں اور کن کو براہِ راست قرآن کے ذریعہ علم ملا ہے اور کس کا مسلک ومذہب حق پر قائم ہے اسے آپ خود سمجھ سکیں، ایک طرف اعلیٰ حضرت کی زندگی ان کے علوم ومعارف کے زندہ شواہد ہیں کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا ہے علومِ رضا کے نئے نئے گوشے منکشف ہوتے جارہے ہیں، اور دوسری طرف وہ ہیں جنہیں خود اقرار ہے کہ:

''جو کچھ پڑھا تھا سب بھول بھال گیا۔'' (ص ۲۸۱، الافاضات الیومیہ، ج ۴)

''بس اس سے میرے علم واستحضار کا اندازہ کرلیا جائے کہ ایک سال ہوگیا اور مفقود الخبر کے متعلق رسالہ تیار نہ کرسکا'' (ص ۲۴۶، افاضات ج ۶) ع جو لکھا پڑھا تھا ریاض نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

دوسرے حضرت کی سوانح میں ہے ''۱۹۴۷ء کے بعد مولانا ایک صدائے بازگشت تھے ان کا قلم جو کبھی ابر بہاراں اور کبھی برق شرر افشاں تھا سرکاری جلسوں کے لئے تقریریں لکھنے لگا تھا'' (ص ۶۱۸، فکر وفن، از سلام سندیلوی)

''یہ تصانیف دراصل اس وقت کی ہیں جب...... کی شخصیت کا مرکزی حصہ کمزور پڑ چکا تھا۔'' (ص ۶۱۸، ایضاً)

''قدرت نے جسے امامت کے لئے چنا تھا وہ اب محض ایک وزیر تعلیم تھا۔'' (ص ۶۱۹، ایضاً)

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے　　　اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

اب بغیر کسی تفصیل اور وضاحت کے اعلیٰ حضرت کے علوم کی اقسام کو ذکر کئے دیتا ہوں:

(۱) درجنوں وہ علوم ہیں جن کو آپ نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیا۔

(۲) کتنے ہی علوم وہ ہیں جن کو بغیر اساتذہ کے محض اپنی اخاذ طبیعت اور ذہانت و فطانت کے بل بوتے پر سیکھا۔

(۳) کثیر تعداد ان علوم کی ہے جن پر آپ نے اپنی بصیرت و مہارت سے اضافے فرمائے۔

(۴) چند علوم وہ ہیں جو پہلے فنی طور پر مدوّن نہیں تھے آپ نے ان کو مدوّن فرمایا۔

(۵) ان میں وہ علوم آتے ہیں جو مٹ چکے تھے، آپ نے ان کا احیاء فرمایا۔

(۶) چھٹی قسم ان علوم کی ہے جن کو آپ نے خود ایجاد فرمایا ہے۔

صفحات کی تعداد

حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول آپ کے لکھے ہوئے صفحات کی تعداد ایک لاکھ ۲۰ رہزار سے زیادہ ہے اور بعض محققین کے مطابق یہ تعداد ۱۶ ر لاکھ تک پہنچتی ہے، موجودہ دور میں مولانا مودودی صاحب کثرتِ تصانیف میں خاصے معروف ہیں لیکن ان کی کل مستقل کتابیں جو ۶۸ رسے کچھ کم و بیش ہیں ان کے صفحات کی کل تعداد بھی ۱۸۵۰۰ ر اٹھارہ ہزار پانچ سو سے متجاوز نہیں ہے۔

گذشتہ صدی میں دوسرے بھی کئی اہم قلم گزرے جنہوں نے بکثرت اپنی تصانیف چھوڑی ہیں لیکن ان کا یہ حال ہے کہ دو چار قابل قدر تصانیف کے بعد ان کا کل کا کل دفتر بھرتی کا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے یہاں کیفیت کی جگہ کمیت اور معیار سے زیادہ ضخامت پر زور ہے۔ ان مصنفین کی کچھ کتابوں میں تو محنت معلوم ہوتی ہے مگر پھر بعد کی کتابوں میں وہ معیار برقرار نہیں اس لئے میں یہاں ان کا حوالہ دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

جبکہ اعلیٰ حضرت کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ اپنے ابتدائی دور کی تصانیف سے لے کر آخری دور کی تحقیقات تک ہر ہر تصنیف میں چاہے وہ جس علم و فن میں ہو باعتبار معیار اس عظیم ترین سطح پر نظر آتے ہیں، جہاں تک اسلام کے مشاہیر علماء و مفکرین میں سے معدودے چند افراد ہی پہنچ سکے ہیں اور بلا شک و شبہ یہ دعویٰ انہی کی زبان کو سجتا ہے　ع　منم کہ علم بہ نیروئے بازویم نازد

میں وہ ہوں کہ علم میرے زور بازو پر ناز کرتا ہے

اور ہماری عقیدتوں کو اصرار ہے کہ وہ بھی بصد اعتماد یہ کہیں۔

ہر علم و فن کی شاہی تم کو رضا مسلّم　　　جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

اعلیٰ حضرت نے تو صرف ملک سخن کی شاہی کا ذکر کیا تھا مگر یہ ان کی کسر نفسی تھی۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مفتی شریف الحق امجدی کی بیان کی ہوئی تعداد اور دوسرے محققین کی ذکر کی گئی تعداد میں یہ فرق کیسے ہے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ مفتی امجدی صاحب نے آپ کی اب تک کی مطبوعہ کتابوں کے

صفحات کا شاید ذکر کیا ہے اور دیگر لوگوں نے آپ کی جملہ تصانیف کے ممکنہ صفحات کی تعداد کو۔ میرے خیال میں یہی دوسری بات زیادہ صحیح ہے بالفرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو عرض یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ہر کتاب علم و تحقیق کی بلند ترین کسوٹی پر پوری اترتی ہیں۔ اور ۔

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے جو لفظ کہ غالبؔ میرے اشعار میں آئے

کے مصداق آپ کی ہر تحریر میں اس قدر مواد ہوتا ہے کہ محقق عصر علامہ محمد احمد مصباحی (پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) کے بقول: ''اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے ۲۰ر صفحات بڑے بڑے مصنفین کے ۲۰۰ر صفحات پر بھاری ہوتے ہیں۔''

ممتاز دانشور کوثر نیازی نے تو یہاں تک کہا تھا:

''اعلیٰ حضرت کی بعض محققانہ تصانیف اس بلند معیار کی ہیں کہ ان کا ایک ایک صفحہ موجودہ دور کے ذوق اور ضرورت کے مطابق (مالہٗ و ماعلیہ کے ساتھ) پیش کیا جائے تو ایک ایک کتاب تیار ہو جائے۔''

اور آپ کی شاعری کے متعلق کہا تھا: ''اس کے ایک ایک شعر پر مبسوط کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔''

اعلیٰ حضرت نے فلسفہ کے رد میں ''الکلمۃ الملہمہ'' لکھی آخر میں خود فرمایا:

''اس ضروری مسئلۂ دینی پر کلام بحمد اللہ تعالیٰ ہماری کتاب کے خواص سے ہے اور ایک یہی کیا بفضلہٖ تعالیٰ اس ساری کتاب میں معدود مباحث کے سوا عام ابحاث وہی ہیں کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائز ہوئیں اور یہی ایک کتاب نہیں بعونہٖ عزوجل فقیر کی عامۂ تصنیفات افکار تازہ سے مملو ہوتی ہیں۔'' (الکلمۃ الملہمہ)

علم قرآن و تفسیر

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تاریخ اسلام کے مشاہیر مصنفین کے اس عظیم طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو علم و تحقیق میں اپنا الگ معیار، زبان و بیان کے لحاظ سے اپنی الگ پہچان اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں اپنا مخصوص مزاج اور منفرد شان رکھتے ہیں۔

وہ عام مصنفین کی طرح مختلف موضوعات پر زیادہ سے زیادہ معلومات جمع کر لینے کے عادی نہیں ہیں، نہ ہی ایسے موضوعات کو منتخب کرتے ہیں جن پر پچھلے مصنفین پہلے ہی کام کر چکے ہیں، بلکہ قلم اس وقت اٹھاتے ہیں جب اس کی واقعی ضرورت ہوتی ہے۔ محی الدین ابن عربی کا قول ہے کہ: اگر ہم تصنیف نہ کرتے تو جل جانے کا اندیشہ تھا۔

اب تو مصنف بننے اور کہلوانے کے شوق میں حال یہ ہو گیا ہے کہ: ''آج کل کے لوگ ہمزاد کے لکھے پر دستخط کر کے مصنف بن بیٹھتے ہیں، آخر جو طریقہ بچوں کی پیدائش کے لئے حرام ہے کتابوں کی تصنیف کے لئے کیوں کر حلال ہو سکتا ہے؟'' (ص ۲۱۲، آواز دوست)

اکثر یہ خیال سامنے آتا ہے کہ جس طرح آپ نے دیگر علوم میں بیش بہا تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں اس طرح علم تفسیر میں کوئی کتاب کیوں نہ لکھی؟ اگر آپ چاہتے تو دس بیس نہیں بلکہ سینکڑوں مجلدات پر مشتمل

تفسیر سامنے آسکتی تھی، مگر ایسا کیوں نہ ہوا؟ اس کا جواب بھی بہت واضح ہے۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ڈھنگ ہی نہ تھا کہ ضرورت بے ضرورت ورق سیاہ کرتے چلے جائیں یا پچھلے مصنفین کا ساختہ پرداختہ اپنے نام سے جمع کردیں۔

دراصل اعلیٰ حضرت کی عظمت یہی ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا ضرورت کے تحت لکھا، جتنا لکھا اپنی انفرادی شان اور مخصوص طرز تحقیق میں لکھا۔ موضوع وہ منتخب کئے جو کسی نے نہ چھوئے تھے، اس لئے ان کا ہر فرمان مستند، ہر تحقیق معتبر اور ہر تحریر معیاری ہے، جس سے بلندتر کا خیال بھی ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔

(۱) جہاں تک آپ کی قرآن فہمی اور تفسیر میں آپ کے تبحر کی بات ہے تو عالم یہ ہے کہ آپ جس موضوع اور عنوان کو چاہتے اسے صرف اور صرف قرآن کی آیات سے ثابت فرمادیا کرتے تھے، افضلیت شیخین کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے صرف آیات قرآنیہ اور اس کے دلائل سے **منتھی التفصیل فی مبحث التفضیل** کے نام سے غالباً ۴ رجلدوں میں تحریر فرمایا۔ پھر آپ نے اس عظیم وضخیم کتاب کا اختصار بھی کیا جو دو جلدوں میں **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین** کے نام سے موسوم ہے۔

(۲) مولانا اطہر نعیمی اپنے والد شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد عمر نعیمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

"فاضل بریلوی تقریر بہت ہی کم فرمایا کرتے تھے۔ سال میں صرف تین (خصوصی) تقریریں معمولات میں شامل تھیں لیکن یہ تمام تقریریں سورۂ فتح کی پہلی آیات پر ہوتی تھیں اور ہر مرتبہ نئے نکات بیان فرماتے کیوں کہ آپ علم کا بحر ذخار و نا پیدا کنار تھے۔" (ص ۷۰، معارف رضا ۱۴۰۱ھ)

(۳) محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کے عرس میں ایک بار آپ تشریف لے گئے وہاں ۹ ربجے صبح سے ۳ ربجے تک کامل چھ گھنٹہ سورۂ والضحیٰ پر تقریر کی اور فرمایا اس سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات کی تفسیر ۸۰ رجز لکھ کر چھوڑ دیا ہے کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن حکیم کی تفسیر لکھ سکوں۔ (ص ۹۷، حیات اعلیٰ حضرت)

(۴) موجودہ دور میں ایک صاحب نے قرآن کی تفہیم لکھی اور پورے تیس سال صرف ہوگئے پھر بھی اس میں نہ جانے کتنی خامیاں اور غلطیاں رہ گئیں۔

اعلیٰ حضرت نے برجستہ زبانی بغیر کسی اہتمام کے قرآن پاک کا ترجمہ فرمایا اور آج تک کسی ایک مقام پر بھی کوئی غلطی ثابت نہ ہوسکی۔ ترجمہ کیا ہے ایک جامع مکمل تفسیر ہے، سینکڑوں تفاسیر کا عطر مجموعہ۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور دیگر تراجم کے تقابل میں زبان وبیان کے اعتبار سے تو درجنوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں مگر ترجمہ کے اصل مقام ومرتبہ اس کی تفسیری خصوصیات پر اب تک کام نہیں ہوا۔ میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ اس کے ایک ایک صفحہ پر مستقل عنوان کے تحت ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

(۵) آپ نے فرمایا ؏ قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی، اندازہ کیجئے کہ ہزاروں کی تعداد میں آپ نے نعتیہ اشعار لکھے ہیں، محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت، اوصاف وکمالات، فضائل وخصائص کس چیز کا اس میں ذکر نہیں ہے، مگر فرماتے ہیں یہ سب قرآن سے ماخوذ ومستفاد ہے۔

بہر حال، اگر آپ ایک مسئلہ افضلیت شیخین پر ۴ رجلدیں تحریر فرماسکتے ہیں، ایک سورۃ کی بعض آیات پر ۲۵۰۰ رصفحات (۸۰ رجز) لکھ سکتے ہیں اور ۵۰ رسال تک صرف ایک آیت پر تقریر فرماسکتے ہیں تو اگر پورے

قرآن کی تفسیر فرماتے تو کتنی ضخیم ہوتی؟ شاید ایک ایک سورۃ کی تفسیر موجودہ دور کی بڑی بڑی تفاسیر سے بھی بڑھ کر۔

علم حدیث میں عبقریت

اپنے دور کے عظیم محدث مولانا وصی احمد محدث سورتی جن کو پوری بخاری شریف زبانی یاد تھی، ایک بار آپ سے محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ علم حدیث میں اعلیٰ حضرت کا مقام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث تھے یعنی آپ اپنے دور کے سب سے بڑے ماہر حدیث تھے، آپ سے بڑھ کر احادیث کا جاننے والا کوئی نہ تھا، آخر اس شخص سے بڑھ کر عالم حدیث اور کون ہو سکتا ہے جو اپنی زبانی گفتگو میں بھی ہر مسئلے پر برجستہ حدیث پڑھ کر اس کے مخارج کا پتہ بتا سکتا ہو جب اور جہاں ضرورت ہو حدیث کے متعلقہ علوم پر بحث کر سکتا ہو۔ آپ کے ملفوظات اس کے گواہ ہیں جس کا جی چاہے اٹھا کر دیکھ لے۔

آپ کی تصانیف میں (بالخصوص جن موضوعات پر پہلے کام نہیں ہوا تھا) درجنوں بلکہ سینکڑوں کے حساب سے احادیث کا ذخیرہ موجود ہے۔ حدیث کی ماٰخذ کتابوں کے حوالہ جات پیش کرنے میں یہ حال تھا کہ ضرورت پڑنے پر ۳۰، ۳۰/اور ۴۰، ۴۰/بلکہ اس سے بھی زیادہ حوالہ پیش کر دیا کرتے تھے۔

حدیث کے متعلقہ علوم جن کی تعداد ایک سو کے قریب ہے محققین کی رائے میں آپ کو ان تمام میں مہارت تامہ حاصل تھی، اپنی کتاب "انباء الحی" میں اس بحث پر کہ قرآن کی بہت سی آیات شعر کے اوزان پر بھی پوری اترتی ہیں آپ نے لکھا ہے کہ علماء نے آیات قرآنیہ کے حوالے دیئے ہیں، میں احادیث سے بھی اس کا ثبوت دیتا ہوں۔ پھر ایک سو سے زیادہ احادیث نقل کر کے یہ بھی بتایا کہ کون سی حدیث کس وزن اور کس بحر میں ہے، تخریج حدیث کے اصول وضوابط صدیوں سے غیر مرتب تھے۔ آپ نے ان کو الروض البھیج فی آداب التخریج میں مدوّن فرمایا یہاں تک کہ تذکرہ علماء ہند کے مؤلف مولوی رحمٰن علی کو کہنا پڑا کہ اگر پچھلے علماء کے یہاں تخریج حدیث کے اصول وضوابط پر باقاعدہ کتاب نہیں ہے تو اعلیٰ حضرت کو اس فن کا موجد کہنا چاہئے۔

علم فقہ

آدمی جب تک سارے علوم عقلیہ ونقلیہ میں با کمال نہ ہو فقہ میں ناقص ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہر علم میں کمال حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کا یہ وصف تفقہ آپ کے دیگر اوصاف علمیہ میں سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ اس فن میں آپ کے عجائبات علمیہ اور تحقیقات نادرہ اس قدر کثیر ووافر ہیں کہ اپنے ہوں یا غیر معتقد ہوں یا منکر کسی کو بھی اس سے انکار نہیں بلکہ آپ کے دیگر کمالات علمیہ کا انکار کرنے والوں کو بھی اس کمال کا اعتراف کرتے ہی بنی۔ علمی ابحاث اور فنی تحقیقات کے پیش کرنے کی یہاں گنجائش نہیں اس لئے

فخر کرنے کی ضرورت نہیں اپنے فن پر　　　اس کو تنقید نگاروں کے حوالے کر دو

کے مطابق میں علماء دیوبند سے چند انصاف پسند حضرات کے تاثرات اور آپ کی فقہی عظمتوں سے غیر معمولی

انداز میں متاثر ہونے والے چند علماء وفضلاء کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

اذا اتتک مذمتی من ناقص فھی الشھادۃ لی انی فاضل

یعنی اگر ناقص میری مذمت کرتا ہے تو یہ میرے فاضل ہونے کی شہادت ہے۔ اگر ناقصوں کی مذمت کرنا فاضل ہونے کی دلیل ہے تو جس کے آستانہ علمیہ پر اپنے اپنے فن کے تمام کاملین بیک وقت جھکے ہوئے نظر آئیں اس کے کمال اور عظمت کو ہم اور آپ کیا سمجھ سکتے ہیں، اس کے ہم عصر تو بہت تھے مگر ہمسر کوئی بھی نہ تھا۔

مولانا نظام الدین فقیہ احمد پوری (جو تفقہ میں اپنے ہم عصر علماء دیوبند میں فائق تھے) کے سامنے جب رسائل رضویہ سے چند مسائل فقہیہ سنائے گئے تو برملا یہ کہا: ''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔'' (ص ۲۱۶، امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات)

اسی طرح مولوی یوسف بنوری بانی دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی کے والد مولوی زکریا پشاوری نے ایک سنی عالم سے ''فتاویٰ رضویہ'' کی جلد اول مطالعہ کے لئے مستعار لی، بعد مطالعہ ان تعریفی کلمات کے ساتھ کتاب واپس کی کہ: ''اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتے تو حنفیت شاید اس علاقے سے ختم ہوجاتی۔'' (ص ۹۶، امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات)

ممتاز صحافی تاج محمد صدیقی لکھتے ہیں کہ زکریا پشاوری یہ فرمایا کرتے تھے ''اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہندوستان میں احمد رضا خان بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہوجاتی''

(ص ۱۰۰، فاضل بریلوی اور ترک موالات)

مناظر اعظم مولانا حشمت علی خان لکھنوی پہلے دیوبندیوں کے ایک مدرسہ میں طالب علم تھے وہاں کے دیوبندی علماء کے زیر اثر علماء اہلسنّت اور ان کی علمی خدمات کے کچھ ایسے معترف نہ تھے مگر ایک دن آپ کو اعلیٰ حضرت کا ایک رسالہ مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تمام شکوک دور اور غلط فہمیاں کافور ہوگئیں اور آپ باقاعدہ اکتساب علم کیلئے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ مجدد برحق کی نگاہ کیمیا اثر کا کرشمہ کہ انہی حشمت علی خان نے اپنی پوری زندگی فرق باطلہ وہابیہ دیوبندیہ کے ساتھ مناظرہ میں گزار دی اور بیشۂ اہلسنّت کے اس شیر سے گھبرا کر بڑے بڑے سورماؤں مثلاً منظور نعمانی وغیرہ کو مناظرہ سے توبہ کرنے ہی میں عافیت نظر آئی۔

سگ ہوں میں عبید رضوی غوث و رضا کا
آگے سے مرے بھاگتے ہیں شیر ببر بھی

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی بھی پہلے دیوبندی مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ تصویر کے حکم پر اعلیٰ حضرت کا رسالہ عطایا القدیر فی حکم التصویر پڑھنے کے بعد آپ کے خیالات یکسر بدل گئے اور اعلیٰ حضرت کے ایسے والہ وشیدا بن گئے کہ ان کی کوئی تقریر یا تحریر اعلیٰ حضرت کے ذکر اور تحقیقات رضویہ کے تذکرہ سے خالی نہیں ملتیں، خود فرماتے ہیں: سچ یہ ہے کہ اس ایک رسالہ نے میری ذہنی اور اعتقادی دنیا میں انقلاب برپا کردیا۔

(حیات سالک ص ۱۱۱، امام احمد رضا اور ردّ بدعات ومنکرات)

فن میراث کے عظیم ماہر سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خانپوری عام دیوبندی علماء کی طرح علماء

اہلسنت سے متنفر تھے بلکہ انہیں جاہل سمجھتے تھے، علم میراث میں ایک رسالہ تصنیف فرما رہے تھے کہ ان کو ذوی الارحام کی صنف رابع میں کچھ الجھن پیش آئی اس کی تحقیق کیلئے آپ نے دیوبند، سہارنپور اور دہلی تینوں جگہوں پر استفتاء کیا، کہیں سے خاطر خواہ جواب نہ آیا جس پر آپ نے اعلیٰ حضرت کو بھی وہ استفتاء بھیجا، اعلیٰ حضرت نے جو جواب عطا فرمایا خود سراج الفقہاء کی زبانی سنیئے:

''حضرت کے وسعت علم وفہم پر قربان جایئے کہ مسئلہ کا ایسا حل فرمایا کہ تمام اختلافات کتب اور میرے شکوک وشبہات رفع ہوگئے اور دیگر فوائد علمیہ کثیرہ پر مشتمل پایا جس سے علماء متقدمین کی یاد تازہ ہوگئی۔''

(سوانح سراج الفقہاء)

اور اتنا ہی نہیں ''فتویٰ میراث میں مجھے سائل فاضل ہدٰہ اللہ کا خطاب دے کر دعا فرمائی جو میری ہدایت کا سبب بنی کہ وہابیت جو وہابی استادوں کی شاگردی سے ملی تھی اسی وقت سے جاتی رہی۔''

علوم عقلیہ

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ ہر فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

اعلیٰ حضرت نہ صرف علوم دینیہ کے ہر شعبہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے بلکہ فنون عقلیہ، منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیأت، نجوم، ارثماطیقی، جفر اور سائنس وغیرہ میں بھی امام وقت تھے۔ ریاضی میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ایک علمی الجھن پیش آئی تو آپ نے محض چند منٹوں میں اسے حل فرمادیا یہ دیکھ کر ڈاکٹر ضیاء الدین نے کہا تھا:

''اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو، اللہ نے ایسا علم دیا کہ عقل حیران ہے، صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔'' (ص ۶۰، اکرام امام احمد رضا)

اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر مولوی حاکم علی حرکت زمین کے مسئلے پر بحث وتحقیق کے لئے باقاعدہ بریلی شریف حاضر ہوتے اور عملاً سائنسی تجربات بھی فرماتے رہے ہیں۔

امام غزالی نے **تہافۃ الفلاسفہ** میں فلسفۂ قدیمہ کے ۲۰ مسائل پر ردوقدح کی ہے۔ الکلمۃ الملہمہ میں اعلیٰ حضرت نے ۳۱ مسائل پر اپنی تحقیقات عالیہ پیش فرما کر فلسفہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں، فقہ حنفی کے بہت سے مسائل ایسے تھے کہ زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے جدید علوم کے ذریعہ ان احکام کی مطابقت کرنی لازمی تھی۔ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا کارنامہ اتنا عظیم ہے کہ فقیہ اسلام کے مصنف لکھتے ہیں:

''علم ریاضی سے اعلیٰ حضرت نے علم فقہ کی جتنی خدمت کی ہے، پوری تاریخ اسلام میں ایک مثالی کارنامہ ہے مثلاً سمت قبلہ، طلوع وغروب، اوقاتِ صوم وصلوٰۃ کی تخریج، زکوٰۃ وفطرہ کیلئے اوزان وپیمانہ کا تعین، مسافت سفر کی تقدیر وغیرہ بے شمار مسائل پر آپ کی نادر تحقیقات اور ایجادی قوائد وضوابط نے فقہ اسلامی میں ایک مہتم بالشان باب کا اضافہ کیا ہے۔'' (ص ۲۳۰، فقیہ اسلام، مطبوعہ کراچی)

شعر و ادب

غالب نے اپنے بارے میں کہا تھا ؎

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب شعر خود خواہش آں کرد کہ گردد فن ما

میری یہ مرضی نہیں تھی کہ میں شاعر بنوں بلکہ شعر و ادب نے خود چاہا کہ میں انہیں اپنا فن بناؤں۔

عربی کا ایک مقولہ ہے لکل فن رجال یعنی ہر فن کے خاص خاص آدمی ہوتے ہیں، جسے صرف ایک ہی فن سے مناسبت ہو اور اسی حوالہ سے اس کی پہچان بھی ہو۔ وہ اگر یہ دعویٰ کرتا ہے تو یقیناً اسے زیب نہیں دیتا۔ شعر و شاعری ہی غالب کی پوری عمر کا مایۂ امتیاز ہے۔ ہاں وہ ذات جس نے اپنی حیات میں ۲۰۰ سے زیادہ علوم و فنون میں ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل کے ذریعہ اپنی علمی تحقیقات کے دریا بہادیئے ہوں، وہ اگر یہ دعویٰ کرتا تو مانا بھی جاتا، ادب برائے ادب کبھی آپ کا مقصود اور مطمح نظر نہیں رہا نہ ہی آپ کو اس کی فرصت تھی، قرآن کی تفسیر کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں اس کے باوجود ذاتِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے پایاں محبتوں میں ڈوب کر اپنے جذبات کا اظہار فرمایا اور آقا کی ثناخوانی کرتے ہوئے نعتیہ شاعری کے جو جواہر پارے دنیا کو عطا فرمائے نامور محقق ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (سندھ یونیورسٹی حیدرآباد) کے بقول:

"اول تا آخر انتخاب ہی انتخاب ہے"

اور کیوں نہ ہو کہ اعلیٰ حضرت کی شاعری فکر و فن کے مسلمہ پیمانوں سے ناپی جانے والی شے نہیں ہے، میر سے لے کر جگر تک اردو کے تمام اکابر شعراء کے فنی محاسن کا جلوہ پورے فکری اور فنی التزام کے ساتھ اگر ایک جگہ دیکھنا ہو تو حدائق بخشش کو دیکھو ؎

بھی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

یہاں میر کا درد بھی ہے، غالب کا تفکر و تعمق بھی، مومن کی شائستہ نظری بھی ہے، سودا کا خلاق ذہن بھی، درد کی عارفانہ سادگی بھی ہے، ذوق کی زباندانی بھی، اقبال کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے، حالی کا استغاثہ بھی، جگر کی والہانہ ربودگی بھی ہے، فانی کی شعریت بھی، حسرت کی واقعیت بھی ہے، اصغر کی معرفت پسندی بھی۔

(وسیم بریلوی)

آپ نے نہ صرف اردو میں شعر کہے بلکہ فارسی، عربی اور پوربی زبانوں کو بھی نوازا۔ عربی زبان میں قدرت کا یہ عالم تھا کہ ایک قصیدہ ۳۰۰ اشعار میں لکھا اور ایک قافیہ بھی مکرر نہ آنے پایا۔

(ص ۱۴، انتخاب حدائق بخشش، از ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

اور اردو کی تنگ دامانی تھی کہ ۱۲۳ اشعار مسلسل لکھے اور تکرار نہ ہوا، انگریز مفکر کا قول نابغہ ہر حال میں اور ہر نقطہ پر نابغہ ہوتا ہے۔ پہلے نقل کر آیا ہوں، شعر و ادب کی دنیا میں بھی اعلیٰ حضرت ایک عبقری کی شان سے جلوہ گر ہیں۔

مشہور محقق فاضل مشرقیات علامہ شمس بریلوی نے ادبی اور تنقیدی جائزہ لیا تو اس میں اعلیٰ حضرت کی درجن سے زیادہ ''اولیات'' کو تسلیم کیا، ایک اور فاضل نے دوسرے حوالے سے کام کیا تو معلوم ہوا کہ حدائق بخشش میں ۱۱۴ ر فنون کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم

علامہ کوثر نیازی نے سلام رضا کو دیکھا تو فرمایا ''تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف، دوسری طرف احمد رضا کا سلام، اس کا پلڑا پھر بھی بھاری رہے گا، جو قدرت وندرت اس سلام میں ہے کسی زبان کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں اس کے ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔''

علامہ فیض احمد اویسی نے حدائق بخشش کی شرح کا کام شروع کیا ۲۵ ر جلدیں لکھ ڈالیں مگر شرح مکمل نہ ہوئی، میرا تو خیال ہے کہ حدائق بخشش کی شرح کسی ایک عالم و فاضل اور شخص واحد کے بس کی بات ہے ہی نہیں کیونکہ شرح ہو یا تنقید اس وقت تک ممکن نہیں جب تک شارح خود صاحب کتاب سے علم و فضل میں فزوں نہ ہو۔

عام طور سے حدائق بخشش کے دو حصہ ہی معروف و مقبول ہیں مگر در حقیقت اعلیٰ حضرت کا کلام پانچ مجلدات میں ہے ۳ ر اردو، ۱ ر فارسی، ۱ ر عربی میں آپ کا عربی کلام حال ہی میں لاہور سے ۴۰۰ ر صفحات پر مشتمل بساتین الغفران کے نام سے چھپ گیا ہے۔

ہے مرے زیر نگیں ملک سخن تا بہ ابد　　میرے قبضہ میں اس خطہ کی چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرمد　　ہے تصرف میں مرے کشور نعتِ احمد

اعلیٰ حضرت کے ہمہ پہلو عالمگیر اثرات

عظیم شخصیتوں کی تین قسمیں ہیں، کچھ بڑے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ذات میں بجائے خود ایک بے پناہ قوت ہوتے ہیں مگر دوسروں کیلئے مؤثر قوت نہیں بن پاتے وہ اپنے فکر و فن کو اپنے ہم عصروں تک منتقل نہیں کر پاتے۔

اس کے برعکس کچھ مشاہیر ایسے ہوتے ہیں جو خود کوئی کارنامہ انجام نہیں دیتے مگر اپنی نسل کیلئے مؤثر قوت ثابت ہوتے ہیں ان لوگوں کے وجود سے دوسروں کے دل ودماغ میں تخلیق واکتساب کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ ان شخصیتوں کی عظمت یہی ہے کہ وہ اپنے ہم عصروں کو کچھ کر گزرنے کی ترغیب دیں، لیکن بڑے لوگوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے۔ اس قسم کے لوگ بڑی جید اور مؤثر شخصیت کے مالک ہوتے ہیں وہ نہ صرف اپنی ذات میں تخلیقی اور اختراعی توانائیاں رکھتے ہیں، بلکہ ان کے اندر یہ قوت ہوتی ہے کہ نہ صرف اپنے معاصرین کی قابلیتوں کو نئے انداز سے متاثر کرتے ہیں بلکہ نسلاً بعد نسل ہر زمانہ اور ہر عصر کے ہونہار اور قابل لوگ ان کے یادگار کارناموں سے فکر و بصیرت، ہمت اور ولولہ اور نئے آفاق پر کمندیں ڈالنے کا فن سیکھتے ہیں۔

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد　　ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکابر رجال کی اس تیسری برادری اور مشاہیر فکر و فن کی اس بزم میں اپنا نمایاں مقام رکھتے ہیں، جس طرح آپ کے فکر و فن میں کامل نظم و ضبط، تنوع اور جامعیت، گہرائی اور گیرائی،

آفاقیت اور دوام پایا جاتا ہے۔ اپنی خدمات اور عملی جدوجہد میں بھی آپ نے نہ صرف اپنے دور کی ضرورتوں کا ہی لحاظ رکھا بلکہ اسلامیان ہند بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے مستقبل اور ان کی ہمہ پہلو ضرورتوں کا بھی سامان فراہم کردیا جس کا نتیجہ ہے کہ دینی خدمات کے ہر شعبے، عصری علوم کے ہر میدان میں چاہے وہ علم قرآن و تفسیر ہو یا حدیث اور فنون حدیث، تعلیم و تدریس، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، تحقیقاتِ مسائل حاضرہ، مناظرہ یا خطابت، سیاست ہو یا جماعتی و مسلکی تنظیم کے مسائل آپ نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کی جماعت کو منظم کرکے پھر ان کی ایسی زبردست تربیت فرمائی اور ہر ایک کو ان کے لائق خدمات تفویض کرکے میدان میں اتارا جو جس میدان میں آیا امام وقت کہلایا، جس خدمت کا بیڑہ اٹھایا انقلاب برپا کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کہتے ہیں: اکثر بزرگوں کے خلفاء (اور تلامذہ) میں چند ہی چمکتے ہیں، سب کے سب نہیں چمکتے، لیکن فاضل بریلوی کے بیشتر خلفاء علم و عمل کے درخشاں آفتاب نظر آتے ہیں۔ اس سے خود فاضل بریلوی کی شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عظیم انسان ہی عظیم تاثیر رکھتے ہیں۔

افتاء

خود اعلیٰ حضرت بریلوی نے قریب ۵۵ رسال تک اپنے فتاویٰ اور کتب و رسائل کے ذریعہ دین کی مسلسل خدمت انجام دی اور آج بھی فقہ حنفی کے عظیم ترین شاہکار "فتاویٰ رضویہ" کے ذریعہ ملت اسلامیہ زندگی کی ہر ضرورت میں بہترین رہنمائی حاصل کررہی ہے، یہ فتاویٰ ہر دارالافتاء کی اولین ضرورت ہیں، جہاں جہاں احناف بستے ہیں ان ممالک کی عدالتوں میں بھی فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کے مسائل کا ریفرنس بنا ہوا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۰ رسال سے زیادہ لاکھوں کی تعداد میں فتاویٰ جاری فرمائے جن کو اگر مرتب کردیا جائے تو سینکڑوں جلدیں تیار ہوجائیں۔ آج بھی یہ سلسلہ دارالافتاء رضویہ کے صدر نشین تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری کی ذات سے مسلسل جاری ہے۔

یہ سلسلہ اتنا پھیلا ہوا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے تیار کردہ افراد اور مفتی اعظم ہند کے فیض یافتہ مفتیان کرام کا سرسری جائزہ لینے میں بھی کئی سو افراد کا تذکرہ کرنا پڑے گا۔ پاکستان میں آپ کا یہ فیض مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد لاہوری کے ذریعہ عام ہوا آپ کے تلامذہ میں سے مولانا نوراللہ بصیر پوری زندگی بھر افتاء کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔

چند ممتاز کتب فتاویٰ کے اسماء ملاحظہ ہوں:

فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا بریلوی
فتاویٰ مصطفویہ	مفتی اعظم ہند
فتاویٰ امجدیہ	صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (۴ رجلد)
فتاویٰ ملک العلماء	علامہ ظفرالدین بہاری

فتاویٰ نعیمیہ	مفتی احمد یار خان نعیمی
فتاویٰ اجملیہ	مفتی محمد اجمل سنبھلی (۶۰۰۰ رصفحات میں)
فتاویٰ فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی
فتاویٰ نوریہ	مولانا نور اللہ بصیر پوری (۶ رجلد)

علم حدیث

اعلیٰ حضرت کے ممتاز شاگرد ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری نے فقہی ابواب کی ترتیب پر ہزاروں صفحات پر مشتمل چھ ضخیم جلدوں میں فقہ حنفی کی مؤید احادیث کا مجموعہ صحیح البہاری کے نام سے تالیف فرمایا، جس پر دنیائے احناف جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

فتاویٰ رضویہ اور تصانیف اعلیٰ حضرت میں بیان فرمودہ احادیث کو مرتب کر کے ابھی حال ہی میں ہندوستان کے دو فاضلوں نے کئی کئی مجلدات پر مشتمل حدیث کے دو مجموعے مرتب کیے ہیں۔

الجامع الرضوی (۶ رجلد)	ملک العلماء، بہاری
جامع الاحادیث (۱۰ رضخیم جلدوں میں ہے)	مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی
امام احمد رضا اور علم حدیث (۳ رجلدیں)	مولانا محمد عیسیٰ رضوی

شروح حدیث کے میدان میں بھی بڑے عظیم کام ہوئے۔ چند کے نام ملاحظہ ہوں، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی نے بشیر القاری شرح بخاری لکھی۔

محدث اعظم پاکستان کے تلمیذ مولانا غلام رسول رضوی نے تفہیم البخاری کے نام سے ۱۰ رجلدوں میں شرح لکھی۔

صدر الافاضل کے تلمیذ مفتی احمد یار خان نعیمی نے مرآۃ شرح مشکوٰۃ ۸ رجلدوں میں مرتب فرمائی۔

مفتی اعظم پاکستان کے خلف الرشید علامہ سید محمود احمد رضوی نے ۵ رجلدوں میں فیوض الباری ایک مفید شرح تحریر فرمائی۔

صدر الشریعہ کے شاگرد مفتی شریف الحق امجدی نے ۶ رضخیم جلدوں میں بخاری کی شرح نزہۃ القاری لکھی

حال ہی میں علامہ غلام رسول سعیدی کی شرح مسلم ۱۰ رضخیم جلدوں میں منظر عام پر آئی ہے۔

عالم عرب میں اعلیٰ حضرت کے مجاز علامہ سید عبد الحی بن عبد الکبیر الکتانی علم حدیث میں ۶۰ رسے زیادہ وقیع کتابوں کے مؤلف و مصنف گزرے ہیں۔

تفسیر قرآن

اعلیٰ حضرت اپنی ذات میں ایک تحریک اور ادارہ تھے آپ نے امت مسلمہ کو قرآن پاک کا صحیح ترین ترجمہ کنز الایمان کی صورت عطا فرمایا۔ آپ کے بعد علماء اہلسنّت میں ترجمہ قرآن کے دو سلسلے چلتے ہیں اور

دونوں ہی کنز الایمان کے زیر اثر کئے گئے ہیں۔

(۱) مستقل تراجم: کنز الایمان — اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

معارف القرآن — محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی تلمیذ امام احمد رضا

ترجمۂ قرآن — غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی خلیفۂ مفتی اعظم ہند

(۲) وہ تراجم جو کنز الایمان کی تسہیل و ترجمانی کے لئے کئے گئے،

ترجمۂ قرآن — مفتی عزیز احمد بدایونی

ترجمۂ قرآن — مفتی احمد یار خان نعیمی

علم تفسیر میں اعلیٰ حضرت کا فیض صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کے ذریعہ سامنے آیا اور پھر ان کے تلامذہ کے ذریعہ مزید پھیلتا گیا، حضرت صدر الافاضل مراد آبادی کی تفسیر خزائن العرفان، تفسیر نسفی اور بیضاوی کے طرز میں ایک جامع اور خوبصورت تفسیر ہے۔ جس کے خصائص کو چند صفحات میں سمیٹنا ممکن نہیں ہے۔ آپ کے شاگردوں نے نئے نئے انداز سے کئی کئی تفاسیر لکھیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

نور العرفان — مفتی احمد یار خان نعیمی تلمیذ صدر الافاضل مراد آبادی (اپنے طرز اور انداز کی منفرد تفسیر)

تفسیر نعیمی — مفتی احمد یار خان نعیمی تلمیذ صدر الافاضل مراد آبادی (۱۱ر مجلدات)

ضیاء القرآن — علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری، تلمیذ صدر الافاضل مراد آبادی (۵ر جلدیں)

تفسیر الحسنات — ابو الحسنات سید احمد قادری لاہور (۵ر ضخیم مجلدات)

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا دیدار علی شاہ صاحب الوری نے بھی تفسیر میزان الادیان شروع کی تھی۔ درس قرآن و تفسیر میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ صرف سورۂ فاتحہ کا درس پورے ایک سال تک جاری رہا۔ آپ کی تفسیر مکمل نہ ہوسکی۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت)

فقہ حنفی

عوام ہوں یا خواص، علماء ہوں یا طلباء، ہر ایک کو روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل و احکام سے آگاہ رکھنے کیلئے فقہ حنفی کے مطابق اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور تلامذہ نے بیش بہا تصانیف مرتب فرمائیں جن کی تفصیل کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ کتابیں دو طرح کی ہیں ایک موضوع پر یا جملہ احکام کی جامع وہ کتابیں جو ضروری احکام و مسائل کی جامع ہیں جن کی ہر مسلمان مرد و عورت کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:

بہار شریعت (۱۸ر حصے) — مولانا امجد علی اعظمی، خلیفۂ امام احمد رضا

قانون شریعت — قاضی شمس الدین جونپوری، مرید امام احمد رضا

رکن دین (۵ر حصے) — مولانا رکن الدین الوری، خلیفۂ امام احمد رضا

سنی بہشتی زیور — مفتی محمد خلیل خان برکاتی، تلمیذ صدر الشریعہ

جنتی زیور — علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی تلمیذ صدر الشریعہ

اسی طرح نونہالانِ ملت کی دینی تعلیم وتربیت کیلئے بہت سے مجموعے مرتب ہوئے اس میں مشہورتر چند ایک یہ ہیں:

ہمارا اسلام (۵ رحصے)	مفتی خلیل خان برکاتی
نسیم رحمت (۳ رحصے)	علامہ مشتاق احمد نظامی
فردوس ادب (۴ رحصے)	علامہ مشتاق احمد نظامی
نورانی تعلیم (۵ رحصے)	مفتی جلال الدین احمد امجدی
تعمیر ادب (۵ رحصے)	مولانا بدرالدین احمد رضوی

یہ وہ مجموعے ہیں جو پاک وہند کے مکاتب اسلامیہ میں بطور نصاب تعلیم مروّج ہیں۔

تعلیم وتدریس

آپ نے جامعہ منظر اسلام قائم فرمایا جہاں سے سینکڑوں چوٹی کے علماء تیار ہوئے۔ منظر اسلام کو قائم ہوئے ایک سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ آپ کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند نے جامعہ مظہر اسلام بریلی قائم فرمایا جس نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا، آپ کے خلیفہ وشاگرد مولانا امجد علی اعظمی نے تعلیم وتدریس میں وہ انقلابی کام کیا کہ پوری صدی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں صرف آپ کے مشاہیر تلامذہ کی ایک فہرست اوران کی قائم کی ہوئی درسگاہوں کا ذکر کردیتا ہوں۔

● صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفۂ امام احمد رضا کے مخصوص تلامذہ:

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی	بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد
حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری	بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی	مدرسہ عربیہ اسلامیہ میرٹھ
مناظر اعظم مولانا حشمت علی خان لکھنوی	دارالعلوم حشمت الرضا پیلی بھیت
مولانا تقدس علی خان بریلوی	بانی وشیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ سندھ
مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن	متعدد مدارس قائم فرمائے
علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری	بانی جامعہ امجدیہ کراچی
مولانا وقار الدین صاحب	جامعہ امجدیہ کراچی
علامہ غلام یزدانی صاحب	شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی
علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی	
مفتی محمد خلیل خان برکاتی	بانی دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ
شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین جونپوری	متعدد مدارس قائم فرمائے
مفتی رفاقت حسین صاحب	مفتی اعظم کانپور

یوں تو اس فہرست کا ہر فرد اپنی جگہ چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہے، ان میں سے ہر ایک نے تعلیم و تدریس کے میدان میں جو کام کیا ہے ان کے تفصیلی ذکر میں مستقل کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ یہاں پر صرف آپ کے تین عظیم تلامذہ حضرت محدث اعظم پاکستان اور حضور حافظ ملت مبارکپوری اور امام النحو سید غلام جیلانی میرٹھی کے مخصوص تلامذہ کی بھی ایک فہرست دینا مناسب سمجھتا ہوں جس سے آپ کو یہ اندازہ ہو سکے کہ تعلیم و تدریس کے میدان میں اعلیٰ حضرت کا فیضان ان شخصیات کے ذریعہ سے پوری دنیائے اسلام میں شرق تا غرب محیط ہو گیا ہے یا نہیں۔

- حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آبادی، بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد۔ آپ کے مشاہیر تلامذہ:

فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق صاحب امجدی	صدر دار الافتا، جامعہ اشرفیہ مبارکپور
مولانا تحسین رضا خان صاحب بریلوی	شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی
علامہ عبد المصطفیٰ ازہری	بانی جامعہ امجدیہ کراچی
شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی	بانی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
مفتی عبد القیوم ہزاروی	بانی تنظیم المدارس پاکستان
ابو الحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی	
حافظ بخاری علامہ سید محمد جلال الدین بھکھی شریف	بانی دار العلوم بھکھی شریف
علامہ عنایت اللہ شاہ صاحب سانگلہ ہل	مناظر اہلسنت
ابو المعانی محمد معین الدین شافعی	
مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد	بانی جامعہ امینیہ فیصل آباد
مولانا سید محمد حسین الدین شاہ صاحب	بانی جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی
علامہ فیض احمد اویسی	بانی جامعہ اویسیہ بہاولپور
مفتی محمد مجیب الاسلام صاحب اعظمی	
علامہ عبد القادر احمد آبادی	بانی جامعہ قادریہ فیصل آباد
مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب	سرپرست ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ
شارح حدیث و مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی	
علامہ عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی گھوسی	
مولانا محمد احسان الحق صاحب فیصل آباد	
مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی	بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل
علامہ سید زاہد حسین شاہ صاحب رضوی انگلینڈ	

- حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث مبارکپوری، بانی و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ آپ

کے اجلہ تلامذہ:

علامہ بدر الدین احمد رضوی	
رئیس القلم علامہ ارشد القادری	بانی جامعہ فیض العلوم جمشید پور، جامعہ حضرت نظام الدین دہلی
امام معقولات مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی	
بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب اعظمی	
شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی	بانی محدث اعظم مشن
مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی	بانی الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی
محقق رضویات علامہ محمد احمد مصباحی	پرنسپل الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
علامہ یٰس اختر مصباحی	بانی دار القلم دہلی
علامہ بدر القادری ہالینڈ	اسلامک اکاڈمی ڈین ہاگ
ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	کراچی یونیورسٹی
محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب اعظمی	جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

● امام النحو والمعقولات علامہ سید محمد غلام جیلانی میرٹھی۔

نامور تلامذہ:

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی	صدر جمعیۃ علماء پاکستان بانی ورلڈ اسلامک مشن
علامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی	
خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی	بانی دار العلوم غریب نواز الہ آباد و بانی سنی تبلیغی جماعت
قاضی عبد الرحیم صاحب بستوی	مفتی دار الافتاء رضویہ بریلی
مولانا عاشق الرحمٰن صاحب	بانی جامعہ حبیبیہ الہ آباد
علامہ محمد نظام الدین صاحب	شیخ الحدیث مدرسہ خیریہ سہسرام
علامہ محمد طیب خان صاحب	شیخ الحدیث دار العلوم منظر حق ٹانڈہ
علامہ محمد نعیم اللہ صاحب رضوی	شیخ الحدیث جامعہ منظر اسلام بریلی
علامہ سید نعیم اشرف صاحب	زیب سجادہ آستانہ اشرفیہ جائس
علامہ سید کلیم اشرف صاحب	

حضرت صدر الشریعہ کے سلسلۂ تلامذہ میں ہندوستان میں علامہ ارشد القادری کی وہ شخصیت ہے جس نے مدارس اسلامیہ کا ایک جال پھیلا دیا اور صدر الافاضل کے تلامذہ میں علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری کی وہ منفرد ذات ہے جنہوں نے پاکستان میں ۷۰ رسے زائد مدارس قائم فرمائے جن کا سلسلہ پاکستان کے طول وعرض میں پھیلا ہوا ہے۔

مناظرہ

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی اپنے دور کے مناظر اعظم تھے۔ اسی طرح آپ کے مرید مولانا حشمت علی خان لکھنوی کا نام تو ۵۰ رسال تک میدانِ مناظرہ میں گونجتا رہا۔ آپ نے پوری زندگی دیوبندی، وہابی، غیر مقلد علماء سے مناظرہ کرتے گزار دی اور ۱۵۰ رسے زائد مناظرے کئے اور آپ کامیاب رہے۔

ان کے بعد مناظرین کی ایک پوری جماعت نظر آتی ہے جو سب کے سب فیض رضا کے پروردہ ہیں۔ ان میں مولانا حشمت علی خان لکھنوی کے مخصوص تلامذہ کے علاوہ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مناظر اہلسنّت رئیس القلم علامہ ارشد القادری، مناظر اہلسنّت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

پاکستان میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آبادی اور آپ کی جماعت بھی آدھی صدی تک بدمذہبوں کا تعاقب کرتی رہی ہے اور آج بھی پاکستان کے نامور مناظرین محدث اعظم کے سلسلۂ تلامذہ ہی میں سے ہیں:

علامہ عنایت اللہ شاہ صاحب سانگلہ ہل	تلمیذ محدث اعظم پاکستان
علامہ محمد اشرف سیالوی	تلمیذ محدث اعظم پاکستان
علامہ سعید احمد اسعد	تلمیذ التلمیذ محدث اعظم پاکستان
علامہ محمد اکرم رضوی شہید	تلمیذ التلمیذ محدث اعظم پاکستان

مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی بھی ایک واسطہ سے اعلیٰ حضرت کے سلسلۂ تلمذ میں داخل ہیں، آپ نے اعلیٰ حضرت کے شاگرد و تلمیذ مولانا محمد حسین فیروز پور سے کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی ہے۔

(ص ۴۹۸، تذکرہ اکابر اہلسنّت)

دعوتِ اسلام

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے آپ کے حکم و ایماء پر آج سے ۸۰، ۹۰ر سال پیشتر پوری دنیا کا تبلیغی دورہ فرمایا، اس وقت تبلیغی جماعت کا وجود بھی نہ تھا۔ آپ نے برما، سیلون، سنگاپور، سرینام، جنوبی امریکہ، افریقہ اور چین کے دور دراز علاقوں میں پہنچ کر ۷۰ ہزار سے زیادہ غیر مسلموں کو اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

آپ کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند نے شدھی تحریک میں مرتد ہونے والے ۹ر لاکھ انسانوں کو دوبارہ اسلام میں داخل فرمایا۔ علامہ عبدالعلیم میرٹھی کے نامور فرزند مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ ارشد القادری اور پروفیسر شاہ فرید الحق کے ہمراہ کئی بار عالمی تبلیغی دورہ فرمایا۔ سالہا سال کی ان کوششوں کے نتیجہ میں ہزاروں غیر مسلموں، ہندوؤں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔

اِصلاح وتبلیغ

علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں اہلسنّت کی عالمی تنظیم ورلڈ اسلامک مشن قائم کیا گیا جو اب بھی ۱۸ ارسے زائد ممالک میں دین کی بے بہا دعوتی، اصلاحی تنظیمی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہا ہے۔ علامہ ارشد القادری نے دعوتِ اسلامی کی بنیاد رکھی جس کے امیر مولانا محمد الیاس قادری (خلیفۂ قطب مدینہ) ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں سنی دعوت اسلامی قائم ہوئی جس کے امیر مولانا شاکر علی نوری صاحب ہیں آپ کو تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری (بانی جامعۃ الرضا بریلی) سے خلافت حاصل ہے۔ حضرت مفکر اسلام خطیب اعظم علامہ قمر الزماں اعظمی اس وقت ورلڈ اسلامک مشن اور سنی دعوتِ اسلامی دونوں کی سرپرستی اور نگرانی فرمارہے ہیں۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی خلیفۂ مفتی اعظم ہند نے ہندوستان میں سنی تبلیغی جماعت قائم کی جو مہاراشٹر اور راجستھان وغیرہ صوبوں میں آج بھی تبلیغ دین وسنیت کا کام کررہی ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ دے رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے دور سے لے کر اب تک اصلاح وتبلیغ دین کی نشر واشاعت کیلئے جو تنظیمیں وجود میں آئیں ان میں سے چند کے نام یوں ہیں:

جماعت رضائے مصطفیٰ۔ بریلی
آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء۔ بمبئی
آل انڈیا تبلیغ سیرت۔ الہ آباد
ورلڈ اسلامک مشن۔ مکۃ المکرمہ
دعوتِ اسلامی۔ کراچی
سنی دعوتِ اسلامی۔ بمبئی
جماعت اہلسنّت۔ لاہور
محدث اعظم مشن۔ کچھوچھہ شریف
رضا اکیڈمی۔ بمبئی
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی
مرکزی مجلس رضا۔ لاہور
رضا فاؤنڈیشن۔ لاہور
المجمع الاسلامی۔ مبارکپور

سیاست

اعلیٰ حضرت نے اپنی زندگی میں ہر ملی اور سیاسی مرحلے پر مسلمانانِ ہند کی رہنمائی فرمائی۔ تحریک ہجرت (جو گاندھی کی پالیسی کے نتیجہ میں تھی) کے وقت ہزاروں مسلمانوں کو خانہ خراب ہونے سے بچالیا جس کی مکمل تفصیلات آپ راجہ رشید محمود کی کتاب ''تحریک ہجرت'' میں دیکھ سکتے ہیں۔

تحریکِ خلافت، تحریکِ ترک گاؤکشی، حادثہ مسجد کانپور، تحریک ترکِ موالات، تحریکِ آزادیٔ ہند وغیرہ تمام اہم مراحل ومواقع پر اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ عالم عرب میں آپ کے ایک خلیفہ ومجاز سنوسی سلسلہ کے شیخ محمد ادریس نے لیبیا میں اپنی سیاسی جدوجہد جاری رکھی، اور آپ وہاں کے وزارت عظمیٰ کے درجہ تک پہنچے۔

(معارف رضا، کراچی)

آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور تلامذہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، مفتی برہان الحق جبلپوری وغیرہم اور دیگر اکابر نے اپنی ملی اور سیاسی جدوجہد جاری رکھی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے جو سیاسی خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا روشن باب اور انمٹ نقوش ہیں۔

پاکستان میں جمعیۃ علماء پاکستان کی تاسیس اس کی خدمات اور تاریخ اسی سلسلے کا ایک حصہ ہیں۔

ردّ قادیانیت

قادیانیت کے ردّ پر دنیا میں سب سے بڑا علمی کارنامہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ پروفیسر الیاس برنی (حیدر آباد، دکن) نے انجام دیا۔ انہوں نے قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ لکھ کر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں بھی اعلیٰ حضرت کے سلسلے سے وابستہ اکابر علماء شریک تھے جن میں علامہ ابوالحسنات قادری، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالستار خان نیازی، مفتی محمد حسین نعیمی، پیر محمد کرم شاہ ازہری صفِ اول میں شامل ہیں۔ سرینام وغیرہ جنوبی امریکہ کے ہزاروں قادیانی، مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم میرٹھی کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

اسی طرح شاہ احمد نورانی نے ہالینڈ، ساؤتھ افریقہ وغیرہ ممالک میں کتنے ہی قادیانیوں کو توبہ کروائی۔

بیعت وارشاد

صوفیاء کرام نے ہر دور میں لوگوں کو بیعت وارشاد کے ذریعہ تزکیہ وسلوک اور اصلاح وعمل کیلئے تیار کیا ہے۔ سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، نقش بندیہ، سہروردیہ کے اکابر ہر عصر میں سرگرم عمل رہے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز سے لے کر خواجہ شمس الدین سیالوی تک مشائخ چشت میں حضرت نظام الدین اولیاء کو، خواجہ بہاء الدین نقشبند سے لے کر مرزا مظہر جانِ جاناں تک مشائخ نقشبند میں حضرت مجدد الف ثانی کو اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے سلسلے میں خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان حضرات نے اپنے اپنے سلاسل کو بے پناہ وسعت وکامیابی عطا فرمائی۔ ان کے ادوار میں ان سلاسل کو قبول عام کا درجہ حاصل ہوا۔

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اسلامی ہندوستان کی تاریخ کے ابتدائی دور میں یعنی عہد سلطنت میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلوں ہی نے کام کیا، سہروردیہ سلسلے کی خانقاہیں ملتان اور سندھ تک محدود رہیں جبکہ چشتیوں نے اپنا نظام پاک پٹن سے لے کر لکھنؤ اور دہلی سے لے کر دیوگیری تک قائم کیا تھا۔

(ص ۱۳۳، تاریخ مشائخ چشت، خلیق احمد نظامی)

اس کے بعد نقشبندی سلسلے کا دور آتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی سحر انگیز اور جاذب قلوب شخصیت کے اثر سے دیکھتے ہی دیکھتے یہ سلسلہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ افغانستان، ترکی، بخارا اور حرمین طیبین تک پھیل

گیا، لاکھوں افراد سلسلے میں داخل ہوئے۔ چشتی سلسلہ میں حضرت نظام الدین اولیاء۔ سہروردی سلسلہ میں بہاء الدین زکریا ملتانی اور نقشبندی سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی کی شخصیت مجددِ سلسلہ کی ہے لیکن غیر منقسم ہندوستان میں اعلیٰ حضرت نے سلسلۂ قادریہ کو وہ وسعت و ترقی اور قبولیت عامہ عطا فرمائی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک سو کے قریب خلفاء برصغیر کے طول و عرض میں اور پچاس کے قریب خلفاء ممالک عرب، شام، عراق، لیبیا، روس، بخارا، بیروت، دمشق اور حرمین طیبین کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے جنھوں نے سلسلۂ قادریہ کے فیض کو عام کر دیا۔ بیعت و سلوک میں آپ سے اخذ فیض کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں تھی، جن کی صحیح تعداد کا اندازہ مشکل ہے مگر آپ کے خلف الصدق مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان کے ذریعہ سلسلہ رضویہ نے اتنی ترقی کی کہ ایک جائزہ کے مطابق ڈیڑھ کروڑ انسان آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کے خلیفہ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی ۷۵ سال مدینہ طیبہ میں قیام فرما رہے۔

آپ نے بالخصوص ممالک عرب میں اعلیٰ حضرت کے سلسلے کو عام کیا۔ دنیائے سنیت میں مختلف ناموں سے بیعت و ارشاد کے سلسلے نظر آتے ہیں۔ دراصل فیضانِ اعلیٰ حضرت ہی کے مختلف رنگ ہیں۔

- سلاسل رضویہ: رضویہ حامدیہ　　رضویہ مصطفویہ نوریہ　　رضویہ امجدیہ
  رضویہ نعیمیہ　　رضویہ حشمتیہ　　رضویہ ضیائیہ　　وغیرہ وغیرہ

حضور مفتی اعظم ہند کے مشاہیر خلفاء میں سے چند کا ذکر کرتا ہوں۔

- **برصغیر پاک و ہند میں:**

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی ملتان	علامہ مشتاق احمد نظامی، الہ آباد
بقیۃ السلف علامہ محمد مبین الدین امروہوی محدث	مفتی محمد مشرف احمد مظہری دہلوی
محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آباد	قاری محمد مصلح الدین صدیقی کراچی
فاضل اجل مولانا قاضی شمس الدین جونپوری	رئیس القلم علامہ ارشد القادری، دہلی
تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری	علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر، بنگلور
مفتی محمد افضل حسین شاہ مونگیری فیصل آباد	مفتی محمد جہانگیر خان فتح پوری
خواجہ علم و فن خواجہ مظفر حسین صاحب پورنیہ	علامہ فیض احمد اویسی بہاولپور
مفتی محمد خلیل خاں برکاتی، حیدر آباد، سندھ	مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی، انگلینڈ
مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ	علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی مرحوم، انگلینڈ
علامہ عبد المصطفیٰ ازہری کراچی	مفتی محمد شریف الحق امجدی
علامہ بدر القادری صاحب ہالینڈ	مفتی محمد مجیب اشرف رضوی، ناگپور

- **ممالک عرب میں آپ کے خلفاء:**

مفتی حرم حضرت علامہ مولانا سید محمد مغربی مالکی مکی	استاذ العلماء مولانا جعفر بن کثیر
شیخ العلماء علامہ مولانا سید امین قطبی مکی	حضرت مولانا سید عباس مالکی مکی

حضرت علامہ مولانا عمر ہمدان مکی | حضرت علامہ مولانا موز عرقی

حضرت مولانا عبدالمالک | حضرت علامہ محمد فضل الرحمٰن مدنی

حضرت علامہ مولانا ابراہیم مدنی | حضرت علامہ مولانا سید علوی مالکی مکی

تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو: مفتی اعظم اوران کے خلفاء، شہاب الدین رضوی، مطبوعہ بمبئی

تصنیف وتالیف

یہ عنوان تو اتنا تفصیلی ہے کہ چند صفحات یا مختصر کتابیں بھی اس کو سمیٹ نہیں سکتیں آفتاب بریلی سے روشن ہونے والی ہر شخصیت پھر ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کا سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں پھیلا ہوا یہ سلسلہ ہے جن کا ذکر اس عنوان کے تحت کیا جاسکتا ہے۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں شاید اسی بات کو کسی نے بڑی خوبی اور جامعیت سے کہہ دیا ہے۔

اگلوں نے تو لکھا ہے بہت علم دین پر جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تمہارضا کا ہے

اعلیٰ حضرت نہ صرف خود ایک رواں دواں اور برق بار قلم کے مالک تھے بلکہ آپ کے فیض نظر اور بے مثال تربیت نے آپ کے اخلاف، جملہ تلامذہ اور خلفاء کے ہاتھ میں قلم دے دیا تھا، جس کے نتیجہ میں قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد، کلام، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، سیرت، فضائل ومناقب، تاریخ وتذکرہ، اخلاق ونصائح، تزکیہ وسلوک، شعروادب، تعلیم وتدریس، تحقیق وتنقید، تبلیغ ومناظرہ، فرائض ومیراث، ہیات وتوقیت، جفر وتکسیر، سیاست، قانون، معاشرت، طب اور حکمت، مسائل جدیدہ غرض کہ ہر موضوع وعنوان پر تصنیف وتالیف کا وہ سرمایہ تیار ہوا کہ یہ صدی واقعۃً اعلیٰ حضرت کی صدی بن گئی۔

دبستانِ رضوی کے اس کارنامے سے آگاہ ہونے کیلئے آپ کو تذکرہ اکابر اہلسنت، تذکرہ علماء اہلسنت، اکابر تحریک پاکستان، خلفاء اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم اوران کے خلفاء، اعلیٰ حضرت کا منظر اسلام نمبر (۳ر جلدیں) مرآۃ التصانیف وغیرہ جیسی ضخیم کتابوں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

علامہ عبدالعلیم صدیقی کے جدید علوم ومسائل پر خطبات، انگریز مفکر برنارڈ شا کے ساتھ اسلام کی حقانیت پر مباحثہ ایسے قابل قدر ہیں کہ ڈاکٹر ذکی الدین چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی ان کی اہمیت کو مانتے اور اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ (خطبات طیب، ج.٦)

علم ہیات وتوقیت میں ملک العلماء بہاری کے مقالات کو مفتی شفیع دیوبندی نے اپنی کتابوں میں بڑے اہتمام کے ساتھ پیش کیا ہے۔

عربی لسانیات کی تحقیق میں سید سلیمان اشرف بہاری کی تحقیق ''المبین'' کے متعلق حبیب الرحمٰن شروانی نے کہا تھا سلیمان اشرف اس فن کے موجد ہیں۔ عرب دنیا میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ محدث کبیر سید عبدالحی بن عبدالکبیر الکتانی علم حدیث میں ٦٠ر عظیم وجلیل کتابوں کے مصنف تھے۔

موجودہ دور میں رضوی سلسلے کا ایک فاضل علامہ فیض احمد اویسی ۵۰۰ کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔